1015

شاہ ولی اللہؒ کا فلسفہ سیرت

محمد یٰسین مظہر صدیقی

شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سیل
ادارہ علوم اسلامیہ - مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
۲۰۲۰۰۲

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

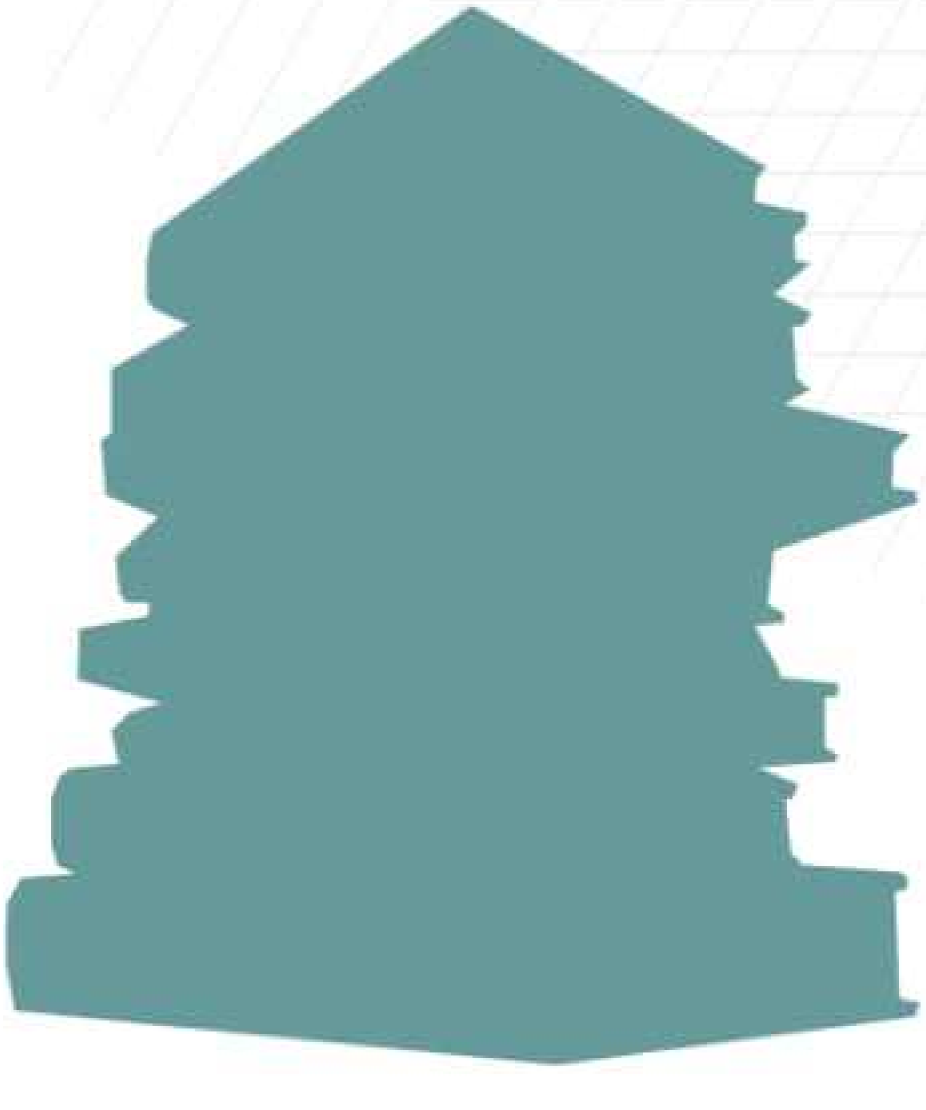

ذخیرۂ پروفیسر محمد اقبال مجددی
جو 2014ء میں پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو
ہدیہ کیا گیا۔

CALL NO.
....
....
PUNJAB UNIVERSITY LIBRARY
LAHORE

1015

شاہ ولی اللہ کا فلسفہ سیرت

محمد یٰسین مظہر صدیقی

شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سیل
ادارہ علوم اسلامیہ - مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
۲۰۲۰۰۲

(C) جملہ حقوق بحق مولف محفوظ ۲۰۰۰ء

یکے از مطبوعات شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سیل۔۱

129088

تالیف :	شاہ ولی اللہؒ کا فلسفہ سیرت
مئولف :	محمد یٰسین مظہر صدیقی
صفحات :	۱۴۴
ناشر :	شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سیل ادارہ علوم اسلامیہ۔ مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ
مطبع :	انٹر نیشنل پرنٹنگ پریس۔ علی گڑھ
تزئین و کتابت:	الائٹ کمپوٹرز، ۶۴۔احمد نگر۔ علی گڑھ
اشاعت :	اول، اکتوبر ۲۰۰۰ء
تعداد :	۱۰۰۰
ملنے کے پتے:	☆ادارہ علوم اسلامیہ / شعبہ علوم اسلامیہ۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ☆پبلیکیشنز ڈویزن۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ☆ادارہ مطالعاتِ اسلامی، ۶۴۔احمد نگر۔ علی گڑھ ☆مکتبہ ادارہ تحقیق و تصنیفِ اسلامی، پان والی کوٹھی۔ علی گڑھ
قیمت:	۶۵ روپے

فہرست

انتساب ۴

عرضِ اولین ۵-۲۴

جزوِ اول: ۲۶-۸۵

(الف) متنِ شاہ (ب) اردو ترجمہ (ج) حواشی و تعلیقات

جزوِ دوم: ۸۷-۱۲۴

(الف) تحلیل (ب) تجزیہ (ج) تنقید

مختصر فصلِ سیرت ۸۹

ولی اللہی انفرادیت ۹۲

طریقہ کار محدثینِ کرام کی پیروی ۹۷

موادِ سیرت میں روایاتِ حدیث پر انحصار ۱۰۳

علمِ اسرارِ دین کا بابِ سیرتِ نبوی ۱۱۲

چند خطرناک تعبیرات ۱۱۶

امتیازات و خصوصیاتِ شاہ ولی اللہ دہلوی ۱۱۹

مختصراتِ سیرت کی کڑی ۹۱

سیرتِ نبوی کی توقیتِ شاہ ۹۴

توقیتِ اہلِ حدیث کا اتباع ۹۹

معجزانہ نظریہ سیرتِ نبوی ۱۰۵

بعض کمزور روایات و احادیث سے استدلال ۱۱۵

اہم واقعاتِ سیرت سے گریز ۱۱۷

حرفِ آخر ۱۲۳

کتابیات ۱۲۶-۱۴۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ کتاب معنون ہے:

شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے خانوادۂ گرامی

اور

فکرِ ولی اللہی پر کام کرنے والے تمام اہلِ قلم

کے نام

والذین ء امنوا واتبعتهم ذریتهم بأیمٰن الحقنابهم ذریتهم وماألتنهم من عملهم من شئی
کل امرئ بما کسب رهین (سورۃالطور۔۲۱)

"اور جو یقین لائے، اور ان کی راہ چلی ان کی اولاد ایمان سے، پہنچادیا ہم نے ان تک ان کی اولاد کو، اور گھٹایا نہیں ان سے ان کا کیا کچھ۔ ہر آدمی اپنی کمائی میں پھنسا ہے۔"

(ترجمہ و تفسیر موضح القرآن شاہ عبدالقادر دہلوی)

عرضِ اولین

بلا شبہ یہ سعادت کی بات ہے کہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فکر و فلسفہ اور علم و حکمت کا مطالعہ کیا جائے اور اس سے زیادہ خوش بختی ہے کہ ان کی ذاتِ گرامی، حیاتِ بابرکات اور افکار و فنون پر کچھ لکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمتوں سے ایک یہ بھی ہے کہ فکرِ ولی اللہٰی کے مطالعہ کی سعادت خاکسار راقم کو ملتی رہی ہے۔ تقدیرِ الٰہی میں اس پر کچھ لکھنے اور خامہ فرسائی کرنے کی توفیق کی ارزانی وقتِ رواں کے اس لمحہ نادر سے وابستہ کر دی گئی تھی، لہٰذا شاہ صاحب کے فکر و فلسفہ کے ایک حسین ترین، جلیل ترین اور مفید ترین پہلو پر پہلی کاوش تمام اہلِ علم کی خدمت میں مطالعہ، تبصرہ اور تنقید کے لئے پیش ہے۔

مطالعہ و تحقیق اور نگارش و تحریر کے لئے بالعموم صاحبِ مطالعہ و تالیف کے منصوبہ اور نظامِ فکر کو زیرِ بحث لایا جاتا ہے۔ فطرتِ انسانی کے یہ عین مطابق ہے۔ لیکن فکر و ذہنِ انسانی کو جس طرح فیضانِ الٰہی متاثر، محدود، مبسوط، منقلب اور جادہ پیما کرتا ہے اس پر نظر بہت کم جاتی ہے۔ ایسا فطرتِ انسانی کے قطعی بر خلاف ہے۔ کیونکہ اشرف المخلوقات کی فطرت میں روحانی تغیرات ہر آن رونما ہوتے رہتے ہیں۔ ان کا محرک و عامل عام زبان میں توفیقِ ربانی ہوتی ہے اور اصطلاح ولی اللہٰی میں حظیرۃ القدس، ملاءِ اعلیٰ اور عالمِ مثال کی اثر انگیزی جو توفیقِ الٰہی کی دوسری اور بالواسطہ صورت ہے۔ شاہ صاحب نے اسی فیضِ ربانی کو اپنے لوح سینہ میں اسرار، فضائل، حِکَم اور عرفان کے ودیعت کئے جانے سے تعبیر کیا ہے۔

عالمی محققین و مولفین اور اسلامی مفکرین و مصنفین کی فکری و علمی تحقیقات و تصنیفات کا مطالعہ اگر اس زاویہ نظر سے کیا جائے تو بہت سے دلچسپ، عبرت خیز اور چشم کشا حقائق سامنے آئیں گے۔ دوسرے نکاتِ حقیقت سے قطعِ نظر، ایک سامنے کا واقعہ تو یہ

مشاہدہ میں آتا ہے کہ ہر مصنف و مولف اور محقق کا ہر کام، ہر تالیف، اور ہر تحقیق ناقص رہ جاتی ہے کہ بقول امام مزنی (۱۷۵ھ / ۷۹۱ء -- ۲۶۴ھ / ۸۷۸ء) "اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ صحیح کے سوا ہر کتاب کے صحیح ہونے کے امکان ہی کو مسترد کر دیا ہے۔" دوسرا عبرت نامہ یہ دکھائی دیتا ہے کہ مصنفین و مولفین کے تمام منصوبے ادھورے رہ جاتے ہیں یا ایک منصوبہ دوسرے کو جگہ دیتا ہے اور دوسرا تیسرے کو اور یہ سلسلہ سب کے نقص و ناتمامی کا باعث و خاتم بن جاتا ہے۔ حدیثِ نبوی کا مفہوم ہدایت و ضلالت کے باب میں ہی صادق نہیں آتا بلکہ ہر انسانی فعل و عمل پر بھی بن کر نازل ہوتا ہے کہ "قلبِ انسانی رحمٰن کی انگلیوں کے درمیان ہے جدھر چاہتا ہے اسے موڑ دیتا ہے۔" منصوبوں کی ناتمامی اور عزائم کی تنسیخ بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ معرفتِ رب کی کلید بھی ہے اور انسان کے ناقص علم و عقل و عمل کی پہچان بھی۔ یہی وجہ ہے کہ انسان صرف اتنا ہی عمل کر پاتا ہے جتنا اس کے لئے مقدر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں، ہمارے نبیوں اور سب اہل علم سے ان کے مقدر بھر کام لے کر ان کا خاتمہ بالخیر کر دیتا ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے اسی تقدیرِ الٰہی کے تحت "سیر النبی ﷺ" کا باب حجۃ اللہ البالغہ کے اواخر میں ابوابِ پراگندہ میں شامل کیا اور اسی کی کارفرمائی ہے کہ خاکسار راقم نے اس لمحہ موعودہ میں ان پر کام کرنے کی توفیق پائی۔ شاہ و فقیر دونوں کو یہ توفیق ان کے خلوص و عمل اور جد و جہد کی جزا میں ارزانی ہوئی۔ یہ بھی ایک دوسری حقیقت ہے جو پہلی سے پوری طرح وابستہ و پیوستہ بلکہ اسی کی زائیدہ و پروردہ ہے۔ خاکسار راقم اس عظیم سعادت اور جلیل توفیق کے بارگاہِ صمدیت سے عطا ہونے پر اس رحمٰن و رحیم کی بارگاہ میں سجدۂ شکر بجالاتا ہے جو ہم سب کا مالکِ کل اور پروردگارِ عالم ہے۔

اپنے ارضی محسنوں میں اپنے والدِ ماجد مرحوم مولوی انعام علی رحمہ اللہ (۱۹۰۹ء-۱۹۸۵ء) کے احسانات و انعامات کو کیونکر گناؤں اور کس طرح ان کا شکریہ ادا

کروں کہ میری تمام حسنات انہیں کی کھیتی کے برگ وبار ہیں۔ انھیں کی تعلیم وتربیت اور محبت وشفقت کی میری سب جلوہ سامانیاں ہیں۔ خاکسار کے تمام اساتذۂ کرام بھی میرے امتنان وشکر کے اسی طرح مستحق وحقدار ہیں جس طرح تمام پیشرو اہلِ علم وفن کہ ان کا فیضان نہ ہوتا تو یہ سب کچھ نہ ہوتا۔

اس تالیف کی تحریک کا شرف استاذ الاساتذہ پروفیسر اسلوب احمد انصاری مدظلہ کو جاتا ہے۔ کہنے کو وہ انگریزی ادبیات کے استاد، شعبہ انگریزی کے صدر، اردو ادب کے ناقد، غالب واقبال کے رمز شناس، سر سید کے مرتبت نگار رہے ہیں مگر ان کی اصل شناخت ومنزلت فکرِ اسلامی کا وہ تناظر ہے جس میں وہ سوچتے اور لکھتے ہیں۔ سر سید صدی تقریبات کے ضمن میں انہوں نے خاکسار راقم کو "شاہ ولی اللہ اور سر سید" پر ایک مقالہ لکھنے کا حکم دیا تھا۔ ہزار ہالیت ولعل کے بعد وہ لکھا گیا تو کتاب بن گیا جو ہم عدیم الفرصت اور قلیل القلم اہلِ علم کا وطیرہ ہے۔ مقالہ اور کتابِ مذکورہ بالا تو اپنے وقت پر پیش خدمت کی جائے گی، یہاں یہ گذارشِ احوالِ واقعی کرنی ہے کہ اسی کے تعلق سے حجۃ اللہ البالغہ کے مختلف مباحث سے واسطہ پڑا اور "باب سیر النبی ﷺ" نے خاکسار راقم کو اسیر کر لیا کہ سیرتِ نبوی اس کا مقصدِ اول ہے جو پیغمبر شناسی سے اللہ شناسی تک لے جاتا ہے۔

مسلم یونیورسٹی کے موجودہ صاحبِ دل اور صاحبِ فکر ونظر وائس چانسلر جناب محمد حامد انصاری صاحب کا یہ خاکسار راقم بے حد ممنون ہے کہ مسندِ مشیخت سنبھالنے کے ایک ہفتہ کے اندر اندر انھوں نے "شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سیل" میرے التماس ومعروضہ پر قائم فرمادیا جب کہ ان کو انگنت اور گوناگوں انتظامی، تعلیمی اور جامعی مسائل ومہمات کا سامنا تھا۔ یہاں ایک معمولی واقعہ کا ذکر نوکِ قلم پر لانا فرض منصبی معلوم ہوتا ہے۔ ۲۴/جون ۲۰۰۰ء کو ریسرچ سیل کی ایڈوائزری کمیٹی کی اولین نشست میں جب خاکسار نے محترم وائس چانسلر صاحب کا شکریہ ادا کیا کہ "آپ نے پندرہ برسوں سے

معرضِ التوا میں پڑے ہوئے منصوبہ کو روشناسِ خلق کردیا" تو انھوں نے برجستہ فرمایا: "اس کام میں تو پندرہ منٹ کی تاخیر نہیں ہونی چاہئے تھی، مجھے حیرت وافسوس ہے کہ اس کے وجود میں آنے میں پندرہ سال لگ گئے۔" ہمیں قوی امید ہے کہ محترم حامد انصاری صاحب مد ظلہ العالی اپنی مادرِ درسگاہ کے علمی معیار کو بلند کرنے کی خاطر علوم وفنون کی ایسی تمام مساعی کی سرپرستی فرماتے رہیں گے کہ انھیں سے اہلِ فکر و عمل پیدا ہوں گے۔

میں اپنے فرض میں کوتاہی اور تشکر میں بخل کروں گا اگر مسلم یونیورسٹی کے فرض شناس و دیانتدار فائنس آفیسر جناب شفیق احمد صاحب کے تعاون کا ذکر نہ کروں۔ اگرچہ ان کا عہدہ اور فرض منصبی مالی گوشواروں کی سیاہ کاری سے وابستہ ہے مگر ان کا قلب وذہن، فکر و نظر، احساس و شعور قطعی علمی اور اسلامی ہے۔ وہ شاید اس اظہارِ برملا کو پسند نہ کریں لیکن میری احسان مندی اسی کا تقاضا کرتی ہے۔ یہ انھیں کی مشورت، معاونت اور دستگیری تھی کہ "شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سیل" کا منصوبہ خاکسار راقم سے بنوایا اور اسے مسلم یونیورسٹی کے ملاءِ اعلیٰ سے منظور کرایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اور ایسے تمام علمی و تحقیقی منصوبوں کے لئے ان کو کیسہ جامعہ واکرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

اظہارِ تشکر تو بہت سے بزرگوں، دوستوں، رفقاءِ کار اور طلبائے عزیز کے لئے واجب ہے۔ مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی، ناظمِ مفتی الٰہی بخش اکادمی کاندھلہ، مولانا کلیم صدیقی، ناظمِ شاہ ولی اللہ اکیڈمی پھلت (مظفر نگر)، مولانا محمد جنید، مالکِ مکتبہ دار الایمان سہارنپور اور بہت سے دوسرے اہلِ علم و صاحبانِ خیر کا ممنون ہوں کہ انھوں نے نہ صرف تعاون و دستگیری کا یقین دلایا بلکہ بعض تصانیفِ شاہ فراہم کر کے فقیر کو مالامال کیا۔ لاہور کے عزیز کرم فرما جناب سجاد الٰہی کے خلوص محبت، تعاون وامداد اور مرحمت و مودت کا بندۂ بے دام ہوں۔ کاروبار وہ لوہے لکڑ کا کرتے ہیں مگر دل گداز اور ذہن کشادہ پایا ہے۔ ہم جیسے بے مایہ اہلِ قلم و علم کے لئے ان کا دل، ان کا گھر اور ان کا خزانہ کھلا رہتا ہے۔ انھوں نے شاہ

صاحب کی بہت سی تصانیف اپنے ملک سے ارسال فرمائی ہیں اور بقیہ نقیہ بھیجنے اور ہمارے کتب خانہ شاہ ولی اللہ کو مکمل کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اسی شمر نگاراں کے عزیز ترین جاوید طفیل صاحب، مدیرِ نقوش کے کن کن حسنات و مبرات و عطایا کا شکریہ ادا کروں کہ ان کی گنتی بھی مشکل ہے۔ پاکستان و ہندوستان کے تمام اہلِ علم و خیر کا بالخصوص اور دوسرے ممالک کے اربابِ فکر و عمل کا بالعموم شکر گذار ہوں۔ ہمیں ان سے امید ہے کہ اس اظہارِ تشکر کے بعد ان کا دستِ تعاون و خیر اور بڑھے گا۔ یہاں یہ حقیقت عرض کردوں کہ ابھی تک ایسا کوئی نہیں ملا جس نے ہماری درخواست کو شرفِ قبول نہ بخشا ہو۔ بعض بعض نے تو بلا عرض و معروض اور بغیر درخواست و التماس اپنے تعاون سے نوازا۔ ان سب کا انتہائی ممنون ہوں۔

اپنے شعبہ علومِ اسلامیہ / ادارۂ علوم اسلامیہ کے تمام رفقاءِ کار کے تعاون و امداد کے لئے سراپا سپاس ہوں۔ شعبہ عربی کے احباب بالخصوص برادرِ مکرم پروفیسر کفیل احمد قاسمی، ڈاکٹر صلاح الدین عمری کا شکر گذار ہوں۔ ان کے تعاون علمی کے بغیر کوئی کام سرانجام نہیں دیا جاسکتا۔ مسلم یونیورسٹی کے دوسرے شعبوں کے صدور و اساتذہ اور احباب کا بھی ممنونِ کرم ہوں۔ عزیزانِ گرامی محمد سرور عالم ندوی، جمشید احمد ندوی، شبیر احمد قاسمی، توقیر احمد ندوی، مظہر عالم ندوی، سید علیم اشرف جائسی اور ان کے احباب کے لئے دعاگو ہوں کہ اللہ ان کے علم و عمل اور حیات میں برکت عطا فرمائے کہ وہ میرے دست و بازو بن گئے ہیں۔

آخر میں کتاب خانہ ادارۂ علومِ اسلامیہ کے فرض شناس اور ہر دل عزیز لائبریرین کبیر احمد خاں اور ان کے رفقاءِ کار کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور جیلانی صاحب منیجر یونیورسٹی پریس اور برادرِ مکرم فاروقی صاحب مالک انٹرنیشنل پریس علی گڑھ کا ممنون کرم ہوں کہ ان سب کے بغیر کام۔ کوئی بھی علمی کام۔ منظر عام پر اس خوبصورت انداز میں نہیں آسکتا۔

اپنے اہلِ خانہ کے لئے سراپا سپاس ہوں کہ وہ میرے علمی کاموں کے سب سے بڑے معاون ہیں۔ وہ سکون، محبت اور مسرت کی لازوال دولت سے ہر آن نوازتے رہتے ہیں جن کے بغیر کوئی بھی کام نہیں کیا جاسکتا۔ ان کی قربانیوں کا بھی تہِ دل سے معترف ہوں کہ اس نقش ناتمام میں ان کا بھی خونِ جگر شامل ہے۔

منصوبہ کار برائے میقات ۲۰۰۰ء-۲۰۰۶ء

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ (۴/ شوال ۱۱۱۴ھ / ۲۱ فروری ۱۷۰۳ء--۲۹/ محرم ۱۱۷۶ھ / ۲۰/ اگست ۱۷۶۲ء) جیسے بیمثال، عبقری اور نابغہ مفکر و مصنفِ اسلامی کے فکر و فلسفہ اور علوم و معارف پر کام کرنے کے لئے ملک اور بیرونِ ملک متعدد اکادیمیوں، اداروں اور مرکزوں کے قیام کی ضرورت ہمیشہ رہی ہے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ پر بہمہ وجوہ اس علمی قرض کو اتارنے کا سب سے زیادہ فریضہ عائد ہوتا ہے۔ ماضی میں اسلامی علوم و فنون کی اس عظیم جامعہ میں شاہ ولی اللہ اکادمی قائم کرنے کی باتیں ہوتی رہیں مگر وہ خواب و خیال کی بھول بھلیوں میں گردش کرتی رہ گئیں۔ ۷ار ستمبر ۱۹۸۱ء کو عظیم وائس چانسلر سید حامد نے باقاعدہ ایک اکیڈمی قائم کردی۔ اس کے اراکین، صدر اور ناظم مسلم یونیورسٹی کے بڑے بڑے مناصب پر فائز حضرات تھے۔ شعبہ تاریخ، دینیات، علومِ اسلامیہ، فلسفہ، فارسی، عربی، تعلیمات کے صدورِ ذی شان کی اس اکیڈمی سے وابستگی ضمانت فراہم کررہی تھی کہ اب کچھ کام بھی ہوگا۔ اعلانیہ جامعہ کے مطابق شاہ ولی اللہ دہلوی کے عظیم ترین شاہکار "حجۃ اللہ البالغہ" پر کام کا آغاز بھی ہو گیا تھا۔ پھر اس اکیڈمی کا نام بھی طاقِ نسیاں کی زینت ہو گیا اور اراکین اکیڈمی کا "روزنِ عصیاں" کا۔ شاہ ولی اللہ اکیڈمی کا المیہ جامعات، مراکز اور اداروں کے دوسرے علمی منصوبوں کی مانند یہ تھا کہ اس کے اراکین و صدور ایک دو کے سوا شاہ ولی اللہ دہلوی کے فکر و فلسفہ سے دور کا واسطہ بھی نہیں رکھتے تھے بلکہ ان کی تصانیف کا نام و عنوان بھی نہیں پڑھ سکتے تھے۔ ان کا انتخاب محض ان کے مناصبِ

جلیلہ کی بنا پر ہوا تھا۔ایسی لاحاصل مساعی اور بے مرام منصوبوں کا انجام حسرتناک ہی نہیں، عبرتناک بھی ہوتا ہے۔

تین چار برسوں کی مجرمانہ ناکارکردگی اور خیانت آمیز غفلت شعاری کے بعد شاہ ولی اللہ دہلوی کے فکر و فلسفہ کے ایک عاشقِ صادق اور اکیڈمی کے ایک بیرونی رکن ڈاکٹر صبیح احمد کمالی نے اپنی گاڑھی کمائی سے ڈیڑھ لاکھ روپے کا عطیہ ۱۹۸۵ء میں کسی وقت عطا فرمایا تاکہ شاہِ دہلوی پر کسی صورت سے کام کا آغاز کیا جاسکے۔ مسلم یونیورسٹی نے فوراً ایک کمیٹی کی تشکیل کی۔اس کے ارکان جلیل بھی باعتبارِ مناصب منتخب ہوئے تھے لہذا پندرہ برسوں کی طویل مدت تک صرف میٹنگز ہوتی رہیں اور بات "نشستند، گفتند، خوردند، نوشیدند اور برخاستند" سے آگے نہ بڑھی۔اس کا حشر سابقہ اکیڈمی سے زیادہ حسرتناک ہوا۔ معطی گرامی ڈاکٹر صبیح احمد کمالی اس دوران راہی ملکِ بقا ہو گئے اور شاہِ دہلوی پر کام نہ ہونے کا داغِ حسرت ساتھ لے گئے۔

۲۲ر مئی ۲۰۰۰ء کو سابق وائس چانسلر ڈاکٹر محمود الرحمٰن کی خدمتِ اقدس میں "شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سیل" کے قیام و کارکردگی کا ایک مختصر خاکہ پیش کیا گیا۔ لیکن ایک ہفتہ کے اندر وہ مسلم یونیورسٹی سے تشریف لے گئے۔ ۲۸ر مئی ۲۰۰۰ء کو ان کے جانشین وائس چانسلر محترم جناب محمد حامد انصاری نے زمامِ کار اپنے فعال ہاتھوں میں لی تو اگلے ہفتہ ہی اس علمی ادارہ کے قیام کی منظوری عطا فرمادی۔ "شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سیل" ادارۂ علومِ اسلامیہ ماتحت یا اس کے ایک ذیلی ادارے کی حیثیت سے کام کرے گا۔ موجودہ صدرِ شعبہ اسلامک اسٹڈیز اور ڈائرکٹر علومِ اسلامیہ پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی ندوی کو ان کی نجی حیثیت میں اس کا ڈائرکٹر مقرر کیا گیا ہے۔ "ریسرچ سیل" کی کارکردگی کی نگرانی، ہدایت و رہنمائی کے لئے ایک ایڈوائزری کمیٹی (Advisory Committee) بھی بنائی گئی ہے۔اس کی سال میں تین بار باقاعدہ نشستیں ہوں گی تاکہ

کام کی رفتار کا جائزہ لیا جا سکے۔

سابقہ اکیڈمی اور معطی مرحوم کا منصوبہ کار وقتی نوعیت کا تھا۔ ڈاکٹر صبیح احمد کمالی مرحوم نے شاہ ولی اللہ کی صرف چار کتابوں -- حجۃ اللہ البالغہ، ازالۃ الخفاء، المصفی، البدور البازغہ -- کے تنقیدی اور محقق ایڈیشن تیار کرنے تک بات محدود رکھی تھی۔ "شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سیل" ایک مستقل نوعیت کا ادارہ ہے جس کے تحت مسلسل کام ہوگا۔ انشاء اللہ۔

شاہ ولی اللہ دہلوی کے علوم و معارف پر تحقیق، تصنیف و تحریر کی بہت سی روایتی اور غیر روایتی جہات ہیں۔ ان میں سمینار، مذاکرہ، مباحثہ، ورکشاپ، سمپوزیم وغیرہ کا انعقاد، توسیعی خطبات و موضوعی تقاریر کا انتظام، شاہ صاحب کی تصانیف کے محقق متون کی اشاعت، ان کے اردو انگریزی تراجم کی تیاری و اشاعت، معارف و علومِ شاہ پر تحقیقی مقالات و مضامین کی جرائد و رسائل میں شمولیت اور مسلم یونیورسٹی کے مختلف شعبوں میں ریسرچ تھیسیس کی حوصلہ افزائی وغیرہ شامل ہیں۔ یہ محض چند جہات ہیں۔ جوں جوں کام بڑھے گا، فکر و خیال میں اضافہ ہوگا۔ علمائے کرام اور دانشورانِ عظام کے مشورے ملیں گے تحقیقاتِ معارفِ ولی اللہی کا دائرہ بھی وسیع تر ہوتا جائے گا۔ ذیل میں "شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سیل" کا نسبتاً مفصل و مستقل منصوبہ کارکردگی پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کا ایک اہم جزو میقات ۲۰۰۰-۲۰۰۶ء میں پورا کرنے کا ارادہ ہے، بعون اللہ تعالیٰ۔

(۱) تصانیفِ ولی اللہی کے محقق ایڈیشن

شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی بیشتر تصانیف مختلف اداروں، مطبعوں اور مرکزوں سے چھپ کر شائع ہو چکی ہیں لیکن ان میں شاذ ہی کوئی اسلامی تحقیق و تدقیق اور موجودہ متنی تنقید و ترتیب کے اصولوں کے تحت چھپی ہو۔ شاہ صاحب کا شاہکارِ اعظم - حجۃ اللہ البالغہ - بھی جدید ترین تحقیق اور متنی تنقید کا ابھی تک محتاج ہے۔ اس لئے معطی گرامی ڈاکٹر

صبیح احمد کمالی مرحوم نے اس کام کو ترجیح دی تھی۔ ہم ان کی یاد، علمی شغف اور عقیدتِ شاہ کی بنا پر بھی اس کام کو اولیت یا ترجیح دینا چاہتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ان کی منتخب کتبِ شاہ سے ہی متنی تحقیق کا آغاز ہو کہ ان میں کئی کافی ضخیم کتابیں ہیں اور ان کی تحقیق و تدوینِ متون کے لئے افراد سے زیادہ وقت درکار ہے۔ ہمارے منصوبہ میں وہ بھی شامل ہیں لیکن بروقت زور مختصر کتب و رسائلِ شاہ پر رہے گا تاکہ کم از کم چند رسالے یا کتابیں چھ سالہ میقات کے دوران منظر عام پر آسکیں۔ بروقت "تفہیماتِ الٰہیہ" اور "المسوّیٰ" کے محقق ایڈیشن پر کام شروع ہو چکا ہے جو بالترتیب مولانا احسن نیازی قاسمی اور مفتی محمد مشتاق تجاروی قاسمی انجام دے رہے ہیں۔

حیات وخدمات اور فکر و فلسفہ پر کتابیں

شاہ ولی اللہ دہلویؒ پر بعض کتابیں گذشتہ صدی کے دوران لکھی گئی ہیں۔ ان کی حیات و خدمات پر جو مختصر، متوسط یا کسی حد تک ضخیم کتب تحریر کی گئیں وہ نہ ان کی عبقری شخصیت کے شایانِ شان ہیں، نہ تحقیقی و فنی معیار و مرتبہ سے ہم آہنگ۔ وہ بہر حال سوانحی بنیاد و نہاد فراہم کرتی ہیں۔ ریسرچ سیل کے منصوبے میں شاہِ موصوف کی ایک عمدہ تحقیقی سوانح حیات مرتب کرنا شامل ہے۔ ان کے علمی کارناموں اور اسلامی خدمات پر بھی ایک علٰحدہ کتاب لکھوانی مقصود ہے تاکہ دونوں پہلوؤں کا حق بھی ادا کیا جاسکے اور خلطِ مبحث بھی نہ ہو۔ یہ حیرت سے زیادہ افسوس و شرمساری کی بات ہے کہ ان کی کتابوں اور رسالوں میں چند کے سوا کسی کی توقیت تک نہ ہو سکی۔ مثال کے طور پر "حجۃ اللہ البالغہ" کا ابھی تک حتمی طور سے سنہ تصنیف بھی متعین نہیں کیا جا سکا۔ اگرچہ جے، ایم، ایس، بلجان، اطہر عباس رضوی اور غلام مصطفی قاسمی نے ان کے زمانہ تصنیف کو متعین کرنے کی کوشش کی ہے مگر وہ زیادہ تر قیاسی بنیادوں پر استوار ہے۔ فکر و فلسفہ شاہ کی اتنی وسیع، گوناگوں اور ہمہ گیر جہات و ابعاد ہیں کہ ان پر مسلسل کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ان میں سے ہر ایک پر بلکہ ہر ایک

کے ذیلی، ضمنی اور متعلقہ مباحث پر دفاتر کے دفاتر مرتب کرنے ہوں گے۔ ترجمہ ،اصول وتشریحِ قرآن کریم، فقہ، فلسفہ، اسلامی تاریخ، سیرتِ نبوی، تصوف، دینیات اور متعدد دوسرے موضوعات و مضامین پر ان کی اپنی تصانیف کے تجزیاتی مطالعوں کی ضرورت ہے۔ پھر ایک محوری موضوع کے ساتھ دوسرے کئی موضوعات و مضامین پیوستہ ملتے ہیں۔ تصوف کی کتابوں اور رسالوں میں قرآن و حدیث، سیرتِ نبوی اور تاریخِ اسلامی وغیرہ کے مضامین و مباحث کے علاوہ فلسفہ اسلامی کی دقیق باتیں اور وسیع نظریات گتھے ہوئے ہیں۔ "حجۃ اللہ البالغہ" کہنے کو "علمِ اسرارِ دین" کے وسیع تر عنوان کی تالیف ہے مگر در حقیقت وہ ان گنت اسلامی مباحث اور دینی نظریات و مسلمات کا عظیم ترین خزانہ ہے۔ اس میں قرآنی، حدیثی، فقہی، سیرتی، تاریخی، فلسفیانہ، متصوفانہ اور دیگر اسلامی فکر وخیال کے ہزارہا جہانِ رنگ وبو آراستہ و آباد ہیں۔ وقت، صلاحیت اور سہولت کے مطابق ان میں سے ہر ایک پر ایک کتاب تحریر کرنی ہے۔

تحقیقی کتب اور معیاری نگارشات کی تیاری اور طباعت کے لئے ایک عرصہ تحقیق و تحریر درکار ہوتا ہے۔ رحیم بخش کی "حیاتِ ولی" اور جے،ایم،ایس بلجان (J.M.S.BALJON) RELIGION AND THOUGHT OF SHAH WALI ALLAH DIHALWI (1703-1762) (شاہ ولی اللہ دہلوی ۱۷۰۳۔۱۷۶۲ کا مذہب و فکر) جیسی کتب کی تسوید و اشاعت میں مدتیں لگ گئیں اور ان سے بہتر و برتر کتب کی تیاری میں وقت و صلاحیت کا کافی بڑا عرصہ و حصہ چاہئے۔ لہذا عظیم تحقیقات کے دوش بدوش مختصر کتابیں جو یک موضوعی (monographs) ہوں اور تصنیفِ شاہ کے کسی ایک باب یا ایک موضوع کے متعدد ابواب پر مشتمل ہوں زیادہ سہولت وسرعت کے ساتھ پیش کی جاسکتی ہیں۔ اگرچہ ان میں بھی خونِ جگر کے بغیر سارے نقش ناتمام رہیں گے۔ مثال کے طور پر خاکسار راقم نے شاہِ موصوف کی عظیم المرتبت "حجۃ اللہ

البالغہ" کے صرف ایک مختصر باب "سیر النبی ﷺ" کی بنیاد پر شاہ صاحب کے فلسفہ سیرت کے ابتدائی نقوش ابھارے ہیں۔ یہ خالص یک موضوعی و یک بابی تحقیق ہے جو پھیل کر ایک کتابِ مختصر بن گئی ہے۔ ارادہ یہ ہے کہ شاہ صاحب کی دوسری کتابوں میں سیرتی مباحث تلاش کر کے ان کے تحقیقی نتائج منظرِ عام پر لائے جائیں۔ جب ان تمام تصانیف و مباحثِ سیرتِ نبوی پر مختصر کتابچوں یا متوسط کتابوں کا سلسلہ تمام ہو جائے تو ولی اللّٰہی فلسفہ سیرت کا جامع، ہمہ گیر اور ہمہ جہت مطالعہ پیش کیا جائے۔ اس طرح مختصر مدتی تصانیف و توالیف کا سلسلہ جاری رہے گا جو بالآخر ہمہ گیر چشمہ فکر تک تشنگانِ علم و معرفت کی رہنمائی کرے گا۔

سیرتِ نبوی پر مختصر، متوسط اور جامع تالیفات کی مانند قرآنیات، حدیثیات، فقہیات اور دیگر اسلامی علوم و معارفِ شاہ پر کتابیں اور کتابچے تیار کر کے شائع کرنے کا منصوبہ ہے۔ یہ مختصر مدتی اور طویل مدتی علمی منصوبے وقت اور صلاحیت کے لحاظ سے انجام دیئے جاتے رہیں گے۔ ہر ایک موضوع، مضمون، علم و فن اور ان کے ذیلی مباحث کی درجہ بندی، ترمیم و تفصیل اور کانٹ چھانٹ وقتاً فوقتاً کی جاتی رہے گی۔ البتہ یہ کوشش ضرور رہے گی کہ موضوعاتی یکرنگی کی پیدا کردہ یبوست سے گریز کیا جائے اور متنوع اور گوناگوں موضوعات پر تحریر و نگارش کا سلسلہ رہے کہ ہر ایک کے ذوق و شوق کی تسکین کا سامان فراہم ہوتا جائے۔

مقالات و مضامین

ولی اللّٰہی حیات و خدمات اور فکر و فلسفہ پر مقالات و مضامین کا زیرِ منصوبہ کتب کی مانند نہج رہے گا۔ مختصر و مفصل، عام دلچسپی کے اور تحقیقی معیار کے مضامین و مقالات کا ایک جامع و مفصل منصوبہ بنالیا گیا ہے۔ اسلامی فکر و فلسفہ پر مبنی شاہ صاحب کی تصانیف و رسائل سے موضوعات و افکار کا انتخاب کر کے مقالات و مضامین پیش کئے جاتے رہیں گے۔ انسٹی

ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز کے وسیع و وقیع "مجلہ علومِ اسلامیہ" کے آئندہ خاص موضوعی ایشوع "سر سید نمبر" میں جو جلد ہی منظر عام پر آنے والا ہے "شاہ ولی اللہ اور سر سید" کے عنوان سے ایک مضمون موجود ہے۔ جبکہ "خانوادۂ ولی اللہی اور سر سید" اور اس خانوادے کے ارکانِ اربعہ پر الگ الگ مضامین لکھے جا چکے ہیں۔ وہ بھی جلد پیش کئے جائیں گے۔ اسی طرح "حجۃ اللہ البالغہ" کے ایک باب نصابِ زکوٰۃ پر ایک تحقیقی مبحث لکھا جا چکا ہے۔ اس نوعیت کے ان گنت مضامین و مقالات کی تسوید و تحریر و اشاعت کا ایک وسیع تر منصوبہ تیار ہو چکا ہے۔

محض تشریح و توضیح کی خاطر چند ابواب و مضامین کی ایک مختصر ترین فہرست درج ذیل ہے:

حجۃ اللہ البالغہ کا سنہ تالیف، حجۃ اللہ البالغہ کی اصطلاحات، تفہیماتِ الٰہیہ کی ترتیبِ نو، موضوعاتی تجزیہ، کتبِ حدیث کی ولی اللٰہی کی تقسیم و درجہ بندی، فکرِ ولی اللٰہی میں موطاء امام مالک کا مقام و مرتبہ، المسوّیٰ کا موضوعاتی مطالعہ، المصفّی پر تنقیدی بحث، ازالۃ الخفاء میں موجود اسلامی تاریخی مواد، ولی اللٰہی نظریہ خلافت و امامت، ازالۃ الخفاء کے حوالے سے فقہی مباحث: فقہ عثمانی، فقہ صدیقی اور فقہ علوی (امام خان نوشہروی کے مرتب کردہ فقہِ عمر کے طرز پر)، کتبِ شاہ کے مصادرِ عمومی یا مصادرِ خصوصی، احادیث "حجۃ اللہ البالغہ" کی تخریج، "ازالۃ الخفاء" کی احادیث و روایات کا تنقیدی تجزیہ، شاہ ولی اللہ اور امام بخاری، صحیح مسلم اور شاہ ولی اللہ، رجالِ موطا کے قدیم مآخذ سے استفادۂ ولی اللٰہی، وغیرہ۔

شرحِ مصطلحات

شاہ ولی اللہ دہلوی کے فکر و فلسفہ میں ایک اہم ترین بلکہ کلیدِ معانی قسم کی بحث ان اصطلاحات و الفاظِ خاص سے متعلق ہے جو ان کے قلم سے پہلی بار وجود میں آئے ہیں یا جن کو انہوں نے خاص معانی و مطالب عطا کئے ہیں جیسے عالمِ مثال، ملاءِ اعلیٰ، حظیرۃ القدس،

نسمہ، نفسِ ناطقہ، احدیت، حضرۃ، ارتفاق، نفسِ رحمانی، نسبہ وغیرہ۔ ان کی صحیح تفہیم کے بنا شاہ صاحب کے فکروفلسفہ کو سمجھنا ناممکن ہے۔ بعض مولفین نے ان اصطلاحاتِ شاہ کی توضیحاتی جدولیں یا فہرستیں تیار بھی کی ہیں جیسے بلجان کی کتاب کے آخر میں موجود گلوسری (Glossary of Technical Terms) ہے مگر وہ مختصر ہونے کے سبب اتنی مفید نہیں جبکہ اس کی جزوی افادیت سے انکار قطعی نہیں۔ ریسرچ سیل کے منصوبہ کار میں دو طرح کی شروحِ مصطلحات تیار کرنا شامل ہے: ایک خاص شاہ صاحب کے فلسفہ تصوف کی مصطلحات سے متعلق اور دوسری عام اسلامی فکری مباحث کی مصطلحات کے بارے میں۔ پھر تحقیقات کے ذریعہ ان کے درمیان نقطہ اتصال یا بابِ انفصال کو تلاش کرنا ہے۔

فلسفہ تصوف

تصوف کے عمومی طرفداروں نے اس کو سراسر اسلامی قرار دیا ہے جبکہ مخالفین نے اسے سرتاپا غیر اسلامی بتایا ہے۔ تصوفِ شاہ کے باب میں ایک اور جہت بھی نظر آتی ہے۔ بالعموم تصوف کے حوالے سے ان کی شخصیت کو فکری اسلامی شخصیت سے الگ بتایا جاتا ہے۔ کچھ ان کے فلسفہ تصوف میں اسلامی بنیاد و نہاد کے ساتھ غیر اسلامی عناصر کا پتہ لگاتے ہیں۔ یہ بحث قابلِ توجہ ہی نہیں، لائقِ تحقیق و تفتیش ہے کہ ان کے فکر و فلسفہ تصوف نے کیسے قرآن و حدیث اور عام فکرِ اسلامی سے کسبِ فیض کیا تھا۔ فکرِ اسلامی اور فلسفہ تصوف کے درمیان نقطہ اتصال کی تلاش و تحقیق اور تحریر و تدقیق انتہائی ضروری ہے۔ قرآنیات و حدیثیات اور اسلامیات کا اتنا عظیم عبقری مفکر روایاتِ تصوف، رسومِ عہد، حالاتِ زمانہ اور ان کے جبر کا اسیر نہیں ہو سکتا۔

تصانیفِ ولی اللّٰہی کے اردو / انگریزی تراجم

"حجۃ اللہ البالغہ" سمیت متعدد تصانیفِ ولی اللّٰہی کے اردو تراجم منظرِ عام پر آچکے ہیں لیکن ان میں سے بیشتر کی زبانِ ترجمہ میں غرابت ہے جو عام قاری اور اہلِ علم دونوں کو صحیح تفہیمِ کتاب سے عاری و قاصر رکھتی ہے۔ مشکل ابواب و مباحث کی ترجمانی بھی معیاری نہیں ہے۔ مزید بر آں ان میں تعلیقات و حواشی کا قریب قریب فقدان ہے۔ انگریزی تراجم بہت کم پائے جاتے ہیں اور جو پائے جاتے ہیں وہ انگریزی داں طبقہ کی ضرورت پوری نہیں کرتے۔ مارسیا، کے، ہرمینسن (Marcia K.Hermansen) نے حجۃ اللہ البالغہ کی جلدِ اول کا ترجمہ بعنوان: *The Conclusive Argument from God* کیا ہے جو E.J.Brill سے ۱۹۹۶ میں چھپا ہے۔ ابھی اس کی دوسری جلد کا ترجمہ ہونا باقی ہے۔ بلجان اور جلبانی وغیرہ نے الطاف القدس، البدور البازغہ، الفوز الکبیر، الخیر الکثیر، لمحات، سطعات وغیرہ کے انگریزی میں ترجمے کئے ہیں۔ لیکن ابھی بہت سی تصانیفِ شاہ انگریزی اور اردو میں اپنے ترجموں کے منتظر ہیں۔

ہماری عصری جامعات میں عربی فارسی اور اسلامیات کا جو معیار ہے وہ ان کے فارغین و اساتذہ کو تصانیفِ ولی اللّٰہی سے استفادہ کا موقعہ و سہولت فراہم کرنے سے قاصر ہے۔ موجودہ عہد میں عربی مدارس اور دار العلوم جیسے عظیم و جلیل اداروں کا معیار بھی ان کی تفہیم و افہام میں مددگار نہیں رہا۔ چند افراد کی صلاحیتوں اور لیاقتوں سے عربی جامعات کے عام طلبہ و اساتذہ کو سندِ فضیلت و معتبریت نہیں مل سکتی۔ تراجم کی ایک اسلامی علمی روایت ہے جو عالمی نشاۃِ ثانیہ کا بھی باعث و محرک بنی تھی۔ شاہ صاحب کے ترجمہ قرآن اور ترجمہ عربی کتب کے پیچھے یہی حکمت عملی کار فرما تھی کہ عربی سے نابلد یا محض شد بد رکھنے والے اپنے زمانے کی عام علمی زبان - فارسی - میں معارف و علومِ اسلامی سے کسی حد تک مستفید ہو سکیں۔

"ریسرچ سیل" کے عظیم اور طویل مدتی منصوبوں میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے اہم، ضروری اور مفید شاہکاروں کے اردو۔ انگریزی تراجم کا منصوبہ بھی شامل ہے۔ اس پر ابتدائی کام شروع بھی کر دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحی "حجۃ اللہ البالغہ" کا اردو ترجمہ کر رہے ہیں اور مولانا مفتی محمد مشتاق تجاروی قاسمی نے شاہ صاحب کی عظیم تصنیف "المسویٰ" کے ترجمہ کا بیڑا اٹھایا ہے۔ وہ تعلیقات و حواشی بھی فراہم کریں گے۔ مفتی تجاروی سے درخواست کی گئی ہے کہ عربی متن کی جدید اصولوں کے مطابق تدوین بھی کر دیں تاکہ اردو ترجمہ کے ساتھ ایک اور متن بھی محقق ہو جائے۔

سیمینار / مذاکرے / مباحثے اور خطبات

عہدِ جدید میں علمی استفادہ و افادہ کے کارگرو کارساز طریقوں میں سیمینار، مذاکرے، مباحثے، تقاریر اور خطبات وغیرہ بھی بڑا اہم مقام و کردار رکھتے ہیں۔ ان کے بعض نقصانات اور ذیلی مضرات سے انکار نہیں، تاہم ان کی مجموعی افادیت بھی مسلم ہے۔ ان کا سب سے اہم فائدہ اور ٹھوس نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اہلِ علم کو امتِ اسلامی اور ملتِ ملکی اور اقوامِ عالم کی مجموعی فکری اور علمی وراثت سے فیض رسانی ہوتی ہے۔ وہ زیرِ بحث موضوع پر صاحبانِ ذوق اور عام قاریوں میں موضوع سے دلچسپی اور اسکی تفہیم پیدا کرتے ہیں، اداروں کے طلبہ واساتذہ کو پڑھنے پڑھانے کی ترغیب دیتے ہیں اور عام علمی فضا پروان چڑھاتے اور علوم وفنون کو ارتقاء پذیر کرتے ہیں۔ اب یہ ایک مسلمہ روایت اور متفقہ فکر بن گئی ہے جس سے آنکھیں موندنا یا صرفِ نظر کرنا گوشہ عزلت میں جامحدود ہونا ہے اور مجموعی فکرِ اسلامی و علمی سے محروم ہونا ہے۔

"شاہ ولی اللہ ریسرچ سیل" کے مختصر اور طویل مدتی منصوبوں میں ان کا انعقاد بھی شامل ہے۔ سیمینار و مذاکرہ کے باب میں عمومی روایت کے برخلاف یہ طے کیا گیا ہے کہ مخصوص عناوین پر ان کو منعقد کیا جائے اور اہلِ علم وفکر کو ان کے مخصوص میدانِ فکر و علم

اور فنی تخصص کے مطابق موضوعات و مضامین متعین کر کے دیئے جائیں اور تاریخِ مذاکرہ و سیمنار سے کم از کم دو ماہ قبل مقالہ / مضمون عطا فرمانے کی درخواست کی جائے۔ اسی صورت میں تکرار و تصادمِ مضامین سے بچا جاسکے گا اور مذاکرہ کی صحیح روح جاری ساری کی جاسکے گی۔ بروقتِ مذاکرہ بحث و مباحثہ، سوال و جواب اور تنقید و تبصرہ کا باقاعدہ انتظام کیا جائے گا۔ مباحثوں اور خطبات میں بھی یہی اصول کار فرما رہے گا تاکہ سامعین اور اہلِ علم کو تحریری شکل میں پورا خطبہ یا اس کا خلاصہ دیا جاسکے اور ان کی کارگر سماعت و شراکت کی ضمانت فراہم کی جاسکے۔ یہ مقامی، ملکی اور بین الاقوامی نوعیت کے ہوں گے۔ جامعہ علی گڑھ کے علاوہ شہر کے دیگر علمی اداروں میں متعدد اہلِ علم موجود ہیں جو ولی اللٰہی فکر کے وارث و امین ہیں۔ دوسری جامعات، مراکز، اداروں اور مدرسوں کے علماء و فضلاء کے فکری شاہکاروں سے بھی استفادہ کیا جائے گا اور عالمی تناظر میں بھی کبھی کبھی ان کا انعقاد ہوگا۔

کتاب خانہ ولی اللٰہی

علوم و معارفِ ولی اللٰہی پر کام کرنے کے لئے سب سے اہم اور اولین قدم یہ ہے کہ ادارۂ علومِ اسلامیہ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تمام تصانیف و نگارشات موجود رہیں۔ اور نہ صرف اصل تالیفات بلکہ ان کے اردو، فارسی، عربی اور انگریزی تراجم بھی۔ فکرِ شاہ پر اب تک جو کچھ اردو، عربی، فارسی، انگریزی وغیرہ میں کتابوں، رسالوں، مقالوں، مضمونوں کی صورت میں لکھا گیا ہے وہ بھی اس کتاب خانہ ولی اللٰہی میں موجود و محفوظ رہے۔ بد قسمتی سے ہمارے ادارہ میں بہت کم تصانیفِ شاہ موجود ہیں۔ فکر و فلسفہ ولی اللٰہی پر نگارشاتِ دیگر کا یہی حال ہے۔ مولانا آزاد لائبریری میں کچھ زیادہ تصانیف و نگارشات موجود ہیں۔ اس سلسلہ میں ادارہ علوم اسلامیہ میں موجود تمام متعلقہ تصانیف و کتب کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے۔ ہمارے ادارہ کے فعال، صاحبِ علم و

اخلاص لائبریرین کبیر احمد خان نے دوسری لائبریریوں اور ماخذ و رسائل سے متعلقہ مواد فراہم کرنے کی مہم شروع کر دی ہے۔ مولانا آزاد لائبریری کے مخلص، کارگذار و ہمدرد لائبریرین جناب نورالحسن خاں سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ اپنی مرکزی لائبریری میں موجود تمام تصانیفِ شاہ کتاب خانہ ولی اللہی میں مستقل طور سے منتقل فرمادیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو مستعار عطا فرمادیں کہ ہم ان کو فوٹو اسٹیٹ کرالیں یا اصل تصانیف کی فراہمی تک ان سے استفادہ کر سکیں۔ اندرونِ ملک پھلت کے ناظمِ جامعہ امام ولی اللہ دہلوی مولانا کلیم صدیقی، کاندھلہ کے عظیم عالم مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی اور دیوبند، سہارنپور، وارانسی، لکھنو وغیرہ کے علماء و مہتمم حضرات اور مالکانِ کتب خانہ سے بھی ترسیلِ تصانیف کی التجا کی گئی ہے۔ بیرونِ ملک علماء و فضلاء کے علاوہ اشاعت گھروں کے مالکوں اور دوسرے اہلِ خیر و علم حضرات اور اداروں سے بھی تصانیفِ شاہ وغیرہ کی فراہمی میں مدد مانگی گئی ہے۔ سب نے ازراہِ عنایت و علم و بندہ پروری فعال تعاون کا یقینِ واثق دلایا ہے۔ دوسرے اہلِ علم و صاحبانِ دل سے عمومی امداد و تعاون کی امید ہے۔ اپنی کوششیں بھی جاری ہیں۔ امید ہے کہ جلد ہی "کتب خانہ ولی اللہی" ایک جامع کتب خانہ بن جائے گا۔

مالیات

اداروں بالخصوص تحقیقی اداروں کے قیام، انتظام اور انصرام کے لئے ایک اہم ترین معاملہ مالیات کا ہوتا ہے۔ مالی بنیاد مضبوط، مستقل اور مسلسل نہ ہو تو وہ قیام سے قبل ہی، ورنہ کچھ دنوں بعد دم توڑ دیتے ہیں یا ان کا کام عارضی ہو جاتا ہے۔ خوش قسمتی سے "شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سیل" کو ایک خاصی خطیر رقم مرحوم معطی ڈاکٹر صبیح احمد کمالی کے فراخدلانہ عطیہ سے فراہم ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو ان کے اخلاص و جد و جہد کا بہترین ثمرہ جنت الفردوس میں عطا فرمائے۔

مسلم یونیورسٹی کے نئے صاحبِ دل و بندہ پرور وائس چانسلر جناب محمد حامد انصاری

صاحب مدظلہ العالی سے درخواست کی گئی ہے کہ وہ جامعہ اسلامیہ کے مدِ تحقیقات و علمیات سے کم از کم سالانہ ایک لاکھ روپیے کی گرانٹ "شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سیل" کو عطا فرمائیں۔ یقینِ واثق ہے کہ آنجناب اس علمی درخواست پر ہمدردی سے غور فرما کر منظور فرمائیں گے اور یہ بھی امید ہے کہ آئندہ مرکزِ علم و عمل - مسلم یونیورسٹی - سے اس سیل کو مزید مالی امداد ملتی اور بڑھتی رہے گی۔

عطیات

ملتِ اسلامیہ ہندیہ ہزارہا علمی، فلاحی، تحقیقی اور تعلیمی ادارے چلا رہی ہے۔ اسی طرح ملکی اور وطنی برادران علمی و تحقیقی اداروں کی مالی سرپرستی کر رہے ہیں۔ ان دونوں کے عطیات کسی بھی ادارے کو چلانے میں مرکزی کردار ادا کرتے ہیں۔ عام افراد، اصحابِ خیر اور اہلِ ثروت حضرات و خواتین سے مالی عطیات کی عمومی امید بھی ہے اور خصوصی درخواست بھی۔ مسلم اداروں بالخصوص مالی تعاون عطا کرنے والے اداروں سے بھی مالی تعاون و امداد ملنے کی توقع ہے۔ ان سے التجا بھی کی جاتی ہے کہ اس اہم علمی کام میں اپنا بھرپور حصہ ڈالیں۔ مسلم یونیورسٹی کے اولڈ بوائز (فرزندانِ دیرینہ / ابنائے قدیم) اپنی مادرِ علمی سے محبت اور عام علمی شیفتگی کی بنا پر پورے پورے ادارے بلکہ پوری پوری جامعات اور یونیورسٹیاں چلا رہے ہیں۔ یقیناً وہ اپنی مادرِ درسگاہ کے اس تحقیقی سیل کو زندہ و پائندہ رکھنے میں اپنا بھرپور تعاون دیں گے۔ ان میں ملکی اور غیر ملکی دونوں شامل ہیں۔ عالمِ اسلام اور دیگر عالمِ فکر و دانش کے اصحاب، افراد، اداروں، بلکہ حکومتوں اور سرکاروں کا دستِ خیر بھی امید ہے کہ بڑھے گا اور شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سیل کو مضبوط و مستحکم مالی بنیادیں فراہم کرے گا۔

129088

مردانِ کار

تمام وسائل و ذرائع کی فراہمی کے باوجود کار گذار، مخلص اور صاحبِ علم و عمل کارکن، محقق، مولف نہ ہوں تو ادارے مٹی کے ڈھیر اور درودیوار بن کر رہ جاتے ہیں۔ ادھر قحط الرجال کا ماتم اور رونا عام ہے۔ یہ سچ ہے کہ امامانِ عصر اور فضلائے دہر کی کمی ہے تاہم ابھی تک مسلم یونیورسٹی، شہرِ دانش علی گڑھ میں بالخصوص اور ملتِ اسلامیہ ہندیہ اور امتِ اسلامیہ عالمیہ میں بالخصوص مردانِ کار اور عاشقانِ فکرِ ولی اللٰہی کا یکسر فقدان نہیں۔ رازی، غزالی، ابن تیمیہ، ابن قیم اور شاہ ولی اللہ جیسے نابغہ روزگار نہیں تو نہ سہی، معتد بہ مخلص، کار گذار، محنتی اور کافی وافی علم و آگہی والے طلبہ علم تو موجود ہیں۔ ان محدود صلاحیت و لیاقت والے طالبانِ فکر اور محققینِ علم نے اپنی بساط بھر کام شروع کر دیا ہے۔ تجربہ، بینش، فکر اور عمل ان کو بہتر صلاحیتوں اور لیاقتوں سے نوازے گا اور عنایاتِ الٰہی ان کی رہنما، دستگیر اور معاون ہوں گی۔ مردانِ علم آگاہ اور فضلاءِ وقت بھی وقت، تجربہ اور عمل کی آزمائشوں سے گذرے تھے تو نابغہ اور کندن بنے تھے۔

کوتاہ دست اور قلیل العلم طلبہ اور نو آموز سالکانِ طریقت کی طلب و سعی، جد و جہد اور کاوش و کاہش دیکھ کر مشائخِ علم و فضل اور اکابرِ دانش و فکر آگے بڑھ کر ان کی دستگیری کرتے، تعاون دیتے اور رہنمائی و قیادت کرتے ہیں۔ ریسرچ سیل کے قیام کی خبر سن کر ہی کتنے اہلِ علم و فکر نے اپنے تعاون و امداد اور قیادت و رہنمائی کا یقین دلایا ہے۔ اور جب یہ خبر عام ہو گی تو قوی امید اور یقینِ محکم ہے کہ عام علماء و فضلاء اور اصحابِ دانش کے علاوہ خاص محققینِ فکرِ ولی اللٰہی اور اہلِ تحقیق و تصنیف طالب علمانہ کوششوں کو کامیاب و بامراد بنانے میں اپنا کردار ضرور ادا کریں گے۔

لہذا آخر میں اہلِ علم و تحقیق سے التجا ہے کہ وہ ہماری امداد و رہنمائی اور دستگیری کو آئیں۔ اصحابِ خیر و عمل سے درخواست ہے کہ وہ تصانیفِ ولی اللٰہی اور فکرِ ولی اللٰہی سے

متعلق زیادہ سے زیادہ مواد فراہم کریں۔ اور اصحابِ ثروت سے گذارش ہے کہ وہ اپنے مالی عطیات سے نوازیں۔ اور اپنے مالکِ حقیقی اور ربِ کائنات سے دعا ہے کہ وہ اپنی خصوصی رحمتوں اور عمومی نعمتوں سے اپنے دامنِ کرم کے مطابق ہم سب کو بہرہ مند فرمائے۔

۲۰/۸/۲۰۰۰ء

محمد یٰسین مظہر صدیقی
پروفیسر وصدر شعبہ علومِ اسلامیہ، ڈائرکٹر ادارہ علومِ اسلامیہ
ڈائرکٹر شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سیل
مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ (بھارت) ۲۰۲۰۰۲

جزوِ اول

(الف) متنِ شاہ

(ب) اردو ترجمہ

(ج) حواشی و تعلیقات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العٰلمین والصلوٰة والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آله واصحابه

اجمعین ومن تبعهم الیٰ یوم الدین

حجۃ اللہ البالغہ (مؤلفہ درمیان ۵۱-۱۱۴۵ھ / ۳۹-۱۷۳۲ء) کے اواخر میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۴ر شوال ۱۱۱۴ھ/۲۱ر فروری ۱۷۰۳ء - ۲۹ر محرم ۱۱۷۶ھ/۲۰ راگست ۱۷۶۲ء) نے من ابواب شتیٰ (مختلف ابواب سے) کے عمومی عنوان کے تحت "سیر النبی ﷺ" کا ایک خاص باب اپنے مخصوص انداز میں سپردِ قلم فرمایا ہے۔ وہ کل چھ سات صفحات پر محیط ہے (طباعت المکتبہ السلفیۃ ، لاہور، غیر مورخہ، جلد دوم، ۱۰-۲۰۴)۔

سیرتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اس بیانِ شاہ میں ایجازِ تحریر اور اعجازِ تعبیر دونوں کا کمال ملتا ہے۔ چند صفحات میں پوری حیات مبارکہ کا عطر کشید کر لیا گیا ہے۔ آغاز نسبِ شریف سے ہوتا ہے اور اختتام وفاتِ نبوی پر۔ ابتدا و انتہا دونوں نقطوں کے درمیان تقریباً تمام اہم سوانحِ حیات، واقعاتِ زمانہ، حوادثِ عہد، کوائفِ عصر، وقائعِ سیرت اور افکار و خیالات کو بڑے مرتب و منظم انداز میں اپنے اپنے مقام پر سجایا گیا ہے۔ انداز اشاراتی بیانیہ ہے۔ تاریخی ترتیب اور زمانی توقیت کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ مؤلفِ علام نے اس بابِ سیرت میں بھی اپنی کتابِ عظیم و جمیل کے موضوع و مزاج، رنگ و آہنگ اور طبیعت و فطرت کی پوری پوری رعایت کی ہے۔

اس مطالعہ خاکسار میں حضرت شاہ صاحب کے بابِ سیرتِ نبوی کو تین علمی

زاویوں کے ذریعہ پیش کیا گیا ہے۔ پہلے شاہ صاحب کا متن ہے اور اسکی ترجمانی کی سعادت قلم راقم کو حاصل ہوئی ہے۔ ان دونوں کے نیچے حاشیہ میں شاہ صاحب کے متن کے ممکنہ مآخذ و مصادر کی نشاندہی کی گئی ہے اور آخر میں بابِ شاہ کا ایک تحلیلی و تنقیدی تجزیہ کر کے اسکی علمی و فنی منزلت متعین کی گئی ہے۔

سیر النبی ﷺ (۱)

نبینا محمد ﷺ ابن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصی۔(۲) نشأ من افضل العرب نسباً، و اقواهم شجاعةً، واوفرهم سخاوةً،

نبی ﷺ کی سیرت

ہمارے نبی محمد ﷺ ہیں جو جناب عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی کے فرزند ہیں۔ نسب کے اعتبار سے عرب کے افضل ترین خانوادوں میں آپ کی نشو ونما ہوئی۔ وہ شجاعت کے لحاظ سے قوی ترین، سخاوت کے اعتبار سے سب سے زیادہ بہرہ مند، زبان کے

---

(۱) بعض قدیم مؤلفین سیرت اور محدثین کرام بالعموم "سیرۃ النبی" کی بجائے "سیر النبی ﷺ" ہی استعمال کرتے ہیں: مثلاً احمد بن فارس (م ۳۹۵ھ) کی کتاب کا نام ہے: اوجز السیر لخیر البشر؛ محمد بن عائذ الدمشقی (م ۲۲۳ھ)، السیر؛ عاصم بن عمر بن قتادۃ (م ۱۲۰ھ) السیر و المغازی؛ سعید اموی (م ۲۴۹ھ)، السیر۔ وغیرہ

(۲) شاہ ولی اللہ دہلوی نے غالباً اختصار کی خاطر نسب نبوی صرف چھ پیڑھیوں تک بیان کیا ہے۔ بالعموم عدنان تک گنایا جاتا ہے کہ وہ متفقہ ہے اور عدنان کے بعد کی پیڑھیاں مختلف فیہ۔ ملاحظہ ہو: امام بخاری، الجامع الصحیح (آئندہ صرف بخاری)، باب مبعث النبی ﷺ، ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، مکتبہ دار السلام، ریاض ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۷ء، ہفتم ۷-۲۰۴ومابعد (آئندہ صرف فتح الباری اور جلد و صفحہ) نے عدنان تک بائیس پیڑھیاں گنائی ہیں جو بخاری کے ترجمۃ الباب کا حصہ ہے، کسی حدیثِ نبوی کا جزو نہیں؛ سہیلی (عبدالرحمٰن اندلسی ۸۱-۵۰۸ھ)، الروض الانف: تحقیق عبدالرحمٰن الوکیل، قاہرہ ۱۹۶۷، ۱/۱۰۰-۴۳۔

وافصحهم لساناً،واذکاهم جناناً۔(۳)

وکذلک الانبیاء علیهم السلام لاتبعث الا فی نسب قومها(۴)،فان الناس معادن کمعادن الذهب والفضة،وجودة الاخلاق یر ثها الرجل من آبائه،ولا یستحق النبوة الا الکاملون فی الاخلاق(۵)،وقد ارادالله بعثتهم ان یظهر الحق ویقیم بهم الامة العوجاء،ویجعلهم ائمة،والاقرب لذلک اهل النسب الرفیع واللطف مرعی فی امر الله،وهو قوله تعالیٰ:"الله اعلم حیث

حوالے سے سب سے زیادہ فصیح اور قلب ودماغ میں سب سے زیادہ دانشمند ہیں۔ اور انبیاء کرام علیہم السلام اسی طرح اپنی قوم کے عالی خاندان میں مبعوث کئے جاتے ہیں، کیونکہ انسان سونے چاندی کی کانوں کی مانند کان(اوصاف)ہوتے ہیں۔ اور مرد بزرگ جودت وحسن اخلاق اپنے آباء واجداد سے وراثت میں پاتا ہے۔اور نبوت کا استحقاق صرف کاملین اخلاق ہی رکھتے ہیں، ان کی بعثت سے مراد الٰہی یہ ہوتی ہے کہ حق کو غالب کرے اور ان کے ذریعہ سے کج رو امت کو صراط مستقیم پر لائے اور ان کو امام بنائے۔ اس مقصد کے

---

(۳)ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، دار الفکر، قاہرہ (غیر مورخہ) اول، ۱۹۷کے الفاظ ہیں: افضل قومه مروءة واحسنهم خلقا ، واکرمهم حسبا، واعظمهم حلما، واصدقهم حدیثا، واعظمهم امانة ، وابعدهم من الفحش... شاہ صاحب کی زبان پر اثر ابن ہشام۔

(۴)بخاری، کتاب الوحی،۶۔باب(بلاترجمہ)؛ فتح الباری،اول ۴۴۔۴۳ ومابعد۔حضرت ابوسفیان اموی کے الفاظ میں ذونسب تھے۔ قیصر روم کے تصدیقی الفاظ حدیث مذکورہ میں ہیں: فکذلک الرسل تبعث فی نسب قومها۔ نیز مسلم،ابواب الفضائل،حدیث حضرت واثلہ؛ بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ؛ فتح الباری، ششم،۶۹۱۔

(۵)قرآن مجید، سورہ قلم ۴: انک لعلیٰ خلق عظیم؛ فتح الباری، ششم، ۷۰۳:بعثت لا تمم مکارم الاخلاق وغیرہ شواہد کی طرف اشارہ ہے۔

يجعل رسالته"۔(٦)

لئے امر الٰہی میں سب سے موزوں بلند نسب اور عظیم محبت والے ہوتے ہیں۔ اور یہی قول الٰہی ہے: "اللہ بہتر جانتا ہے، جہاں بھیجے اپنے پیغام"۔

ونشأ معتدلا فى الخلق والخلق ، كان ربعة، ليس بالطويل ولابالقصير ولا الجعد القطط ، ولا السبط، كان جعدا رجلا، ولم يكن بالمطهم، ولا با لمكلثم ، وكان فى وجهه تدوير، ضخم الرأس واللحية، شثن الكفين والقدمين، مشربا حمرة ، ضخم الكراديس، قوى البطش والباءة (٧)

خلقت و اخلاق میں آپ کی نشو و نما اعتدال کے ساتھ ہوئی۔ میانہ قامت تھے، نہ لمبے نہ چھوٹے، موئے مبارک بالکل گھنگریالے تھے نہ بالکل سیدھے، دونوں کی صفات حامل مرد بزرگ تھے، نہ موٹے اور نہ دبلے، چہرۂ مبارک میں گولائی تھی، سر مبارک اور ریش مقدس بھاری بھر کم ، دونوں ہتھیلیاں اور دونوں پیر پر گوشت اور بھرے بھرے، رنگت سفید

---

(٦) قرآن مجید، سورہ انعام، ۱۲۵: اردو ترجمہ آیت کریمہ نیز تمام آیات قرآنیہ کا ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی کے ترجمہ و تفسیر "موضح القرآن" سے ماخوذ ہے۔ انبیاے کرام کو ائمہ ہدایت اور امامانِ قوم بنانے کا خیال شاہ قران مجید، سورۂ انبیاء، ۷۳: وجعلنا هم ائمة يهدون بأمرنا.... وغیرہ آیاتِ کریمہ سے مستعار و معلوم ہوتا ہے۔

(۷) شمائل نبوی میں شاہ صاحب کے الفاظ حدیث کی کتابوں سے لئے گئے ہیں: بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبى ﷺ؛ فتح البارى، ششم، ۶۸۹: احادیث حضرت انس بن مالک و براء بن عازب ۳۵۴۷-۳۵۴۸ اور ۳۵۵۱ بالترتیب۔ نیز، ترمذی، الشمائل النبوية والخصائل المصطفويه، قاہرہ ۱۲۸۰ھ، متعلقہ باب؛ اردو تراجم: ابن ہشام، دوم ۹-۷۔

سرخی مائل، اعضاء میں فربہی، طاقت بدن اور قوتِ باہ میں قوی۔

اصدق الناس لهجة و ألينهم عريكة، من ر آه بديهة هابه ، ومن خالطه معرفة احبه ،(٨) اشد الناس توا ضعا مع كبر النفس، وارفقهم بأهل بيته وخدمه، خدمه انس رضی الله عنه عشر سنين فماقال له اف ، ولا لم صنعت، ولأ لا صنعت؟(٩)۔

تمام لوگوں میں زبان کے سب سے سچے اور طبیعت کے سب سے نرم، جو اچانک دیدار سے مشرف ہوتا مرعوب ہو جاتا اور جو معرفت کے ساتھ شرف صحبت پاتا محبت کرنے لگتا۔ تمام بزرگی ذات کے باوجود سارے لوگوں میں سب سے منکسر المزاج اور اپنے گھروالوں اور خادموں کے ساتھ سب سے زیادہ شفیق و کریم۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دس برس آپ کی خدمت کی سعادت پائی آپ نے ان سے اف بھی نہیں کہا، نہ یہ فرمایا کہ کیوں کیا یا کیوں نہیں کیا؟

---

(٨) ابن ہشام، دوم ٩-٨ میں ہے: " من ر آه بد يهة هابه ، و من خالطه احبه"۔ شاہ صاحب کے دوسرے جملہ میں "معرفة" کا اضافہ ذاتی ہے۔ بقیہ اوصاف نبوی کے لئے ابن ہشام کا حوالہ گذشتہ نیز کتب بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ ملاحظہ ہوں۔

(٩) حضرت انس کی حدیث لئے: بخاری، کتاب الادب، باب حسن الخلق،؛ کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ: نیز مسلم، کتاب الزکوٰة، باب فضل النفقة والصد قة علی الاقربین؛ کتاب الفضائل: بخاری، کتاب الادب، کتاب فرض الخمس وغیرہ۔

وان كانت الامة من اماء اهل المد ينة لتاخذ بيده فتنطلق به حيث شاء ت(۱۰)

اہل مدینہ کی باندیوں میں سے کوئی باندی آپ کا دست مبارک تھام لیتی تو جہاں چاہتی لے جاتی۔

و كان يكون فى مهنة اهله (۱۱)، ولم يكن فاحشا ولا لعانا ولا سبابا(۱۲) ،و كان يحصف نعله، ويخيط ثوبه و يحلب شاته(۱۳) مع كو نه ذاعزيمة نافذة قيلة القيل، لا يغلبه أمر، ولا تفوته مصلحة(۱۴)۔

آپ اپنے گھروالوں کی خود خدمت کیا کرتے تھے۔ آپ نہ فحش گو تھے، نہ لعنت کرنے والے اور نہ گالی دینے والے۔ آپ اپنا جوتا مرمت کرلیتے، اپنے کپڑے سی لیتے اور اپنی بکری دوہ لیتے باوجود نافذ و جاری کرنے والی عزیمت کے مالک ہونے کے۔ کوئی امر آپ کو مغلوب کر سکتا تھا اور نہ کوئی مصلحت فوت ہو سکتی تھی۔

---

(۱۰) بخاری، کتاب الادب، باب الکبر: مسلم، کتاب الفضائل، حدیث حضرت انس۔

(۱۱) بخاری۔ کتاب الصلوٰۃ، باب من کان فی حاجۃ اھلہ؛ کتاب الادب، حدیث حضرت عائشہ وغیرہ۔

(۱۲) بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ؛ مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب النھی عن لعن الدواب۔

(۱۳) بخاری، کتاب الصلوٰۃ، مذکورہ بالا، کتاب الادب، کتاب اللباس، باب الحلوس علی الحصیر۔

(۱۴) بخاری، کتاب الادب؛ باب حسن الخلق؛ مسلم، کتاب الفضائل، باب شجاعۃ النبی ﷺ۔

وكان احودالناس وا صبرهم على الاذىٰ، و اكثرهم رحمة بالناس، لا يصل الىٰ احد منه شر، لامن يده ولا من لسانه، الا أن يجاهد فى سبيل الله وكان الز مهم باصلاح تدبير المنزل، ورعاية الا صحاب و سياسة المدينة بحيث لا يتصور فوقه، يعرف لكل شئى قدره (۱۵)۔

تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی اور تکلیف و رنج میں سب سے صابر و ثابت لوگوں پر سب سے زیادہ رحمت و مہربانی کرنے والے، آپ کی ذات سے کسی کو کوئی تکلیف و شر نہیں پہونچتا، نہ آپ کے ہاتھ سے نہ آپ کی زبان سے سوائے اس کے کہ آپ راہ الٰہی میں جہاد فرما رہے ہوتے۔ گھر کے معاملات کی درستی و اصلاح کا سب سے زیادہ التزام فرمانے والے اور صحابہ کرام اور مدینہ کی سیاست کی سب سے زیادہ رعایت کرنے والے اس حد تک کہ اس سے زیادہ کا تصور ممکن نہ تھا۔ ہر شے کی پوری قدر و قیمت کو پہچانتے۔

وكان دائم النظر الى الملكوت، مستهتر أ بذكر الله، يحس ذلك من فلتات لسانه و جميع

عالم ملکوت کی طرف ہمہ آن نگراں رہتے، ذکر الٰہی سے ہر وقت رطب اللسان، اس کا احساس آپ کی زبان مبارک

---

(۱۵) بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ؛ فتح الباری، ششم ۶۹۸، ۴-۷۰۳، نے امام حاکم سے اسی معنی کی حدیث نقل کی ہے۔ نیز بخاری، باب هحرة النبی ﷺ، باب مقدم النبی ﷺ المدینة اور کتاب الصلوٰة وغیرہ

حالاته(١٦)۔ مؤیدامن الغیب ، مبارکا، یستجاب دعاؤه، وتفتح علیه العلوم من حظیرة القدس (١٧) ، ویظهر منه المعجزات من وجوه استجابة الدعوات، وانکشاف خبرالمستقبل، وظهور البرکة فیما یبرك علیه، وکذلك الانبیاء صلوات اللّٰہعلیهم یجبلون علیٰ هذه الصفات ویندفعون الیها فطرة فطرهم الله علیها(١٨)۔

کی پیہم حرکت اور آپ کے تمام حالات سے ہوتا رہتا۔ غیب کی تائید سے سرفراز، بابرکت، آپ کی دعا مستجاب ہوتی اور حظیرۃ القدس سے علوم کا فیضان ہوتا رہتا، متعدد وجوہ سے جیسے دعاؤں کی قبولیت، آئندہ کی خبر کی پیش گوئی اور جس شے میں برکت کی دعا فرماتے اس میں برکت کے ظہور سے معجزات کا ظہور ہوتا۔ اور انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم انھیں صفات پر پیدا کئے جاتے ہیں اور فطرت الٰہی پر پیدا ہونے کے سبب وہ ان صفات کے حاملین عالی مقام ہوتے ہیں۔

---

(١٦) بخاری، کتاب الدعوات ، باب استغفار النبی ﷺ۔

(١٧) بخاری، مسلم اور دوسری کتب حدیث سے آپ ﷺ کے ملاء اعلیٰ سے تعلق خاطر اور تسبیح و تحمید اور علوم غیبی سے سرفرازی کا علم ہوتا ہے: ملاحظہ ہو: مسلم، کتاب الفضائل، باب تفضیل نبینا، کتاب الایمان کے ابواب وغیرہ۔ حظیرۃ القدس کی اصطلاح شاہ دہلوی کی مخصوص ایجادات میں ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: حجۃ اللہ البالغہ، اول، ١٣-١١ وما بعد: بلجان، جے، ایم، ایس(Baljon,J.M.S.)، 'Relgion and Thought of Shah Wali Allah Dihlawi(1703-1762)'، لائیڈن(Leiden)، ١٩٨٦ء، ٢٠٩:(آئندہ صرف بلجان اور صفحہ نمبر)۔

(١٨) بخاری، کتاب الدعوات؛ فتح الباری، ١١/ابواب مختلفہ: ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار صادر بیروت ١٩٦٠ء اول ٩٠-١٥٠: سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، معارف پریس اعظم گڑھ ١٩٨٣ء۔ سوم ٦٨-٦٠٤

ذكره ابراهيم عليه السلام فی دعائه، وبشربفخامة أمره، وبشر به موسیٰ وعیسیٰ علیهما السلام و سائر الانبیاء صلوات الله علیهم۔(۱۹)

آپ کا ذِکرِ خیر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں فرمایا اور آپ کے علوشان کی بشارت دی، حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ اور تمام انبیاے کرام صلوات الله علیہم نے آپ کی آمد کی بشارت دی۔

ورأت أمه كأن نورا خرج منها فاضاء الارض فعبرت بوجود ولد مبارك،يظهر دينه شرقا وغربا،وهتفت الجن،واخبرت الكهان والمنجمون بوجوده و علوأمره،ودلت الواقعات الجوية كانكسار شرفات كسریٰ علی شرفه،واحاطت به دلائل النبوة كما اخبر هرقل قيصر الروم(۲۰)ورأوا آثار البركة

آپ کی والدہ ماجدہ نے خواب دیکھا کہ ان کے اندر سے ایک ایسا نور نکلا جس نے پوری زمین کو روشن کردیا۔ اسکی تعبیر انھوں نے یہ نکالی کہ ایک مبارک و مسعود فرزند پیدا ہوگا جس کا دین مشرق و مغرب پر چھا جائے گا۔ آپ کے وجودِ مبارک اور علو شان کے بارے میں جنات نے آوازہ لگایا اور کاہنوں اور ستارہ شناسوں نے خبریں دیں اور قصر کسریٰ کے کنگروں کے انہدام جیسے فضائی واقعات نے دلالت فراہم کی۔ ان کا احاطہ دلائل النبوۃ (کی کتب) نے کیا ہے جیسا کہ ہرقل قیصر روم نے پیش گوئی کی تھی۔ لوگوں

(۱۹) قرآن مجید، سورہ بقرہ ۱۲۹؛ اعراف ۱۵۷، صف ۶؛ بخاری، مسلم، کتاب الفضائل: ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ، دارالکتاب دیوبند، غیر مورخہ، سوم ۵۴۴-۴۵۳ مبشرات کتب سماویہ کے لئے۔

(۲۰) بخاری،باب علامات النبوة فی الاسلام؛فتح الباری، ششم،۷۰۹ ومابعد؛ ابن سید الناس، عیون الاثر، مؤسسہ عزالدین بیروت ۱۹۸۶ء، اول ۴۳-۴۰؛ ادریس کاندھلوی اول ۵۹-۵۱ جو ابن سید الناس سے ماخوذ ہے، نیز ابن سعد، اول ۱۵۱-۱۵۰؛ سید سلیمان ندوی، سوم ۷۷-۷۳ نے ان دلائل کو روایتی اور مشہور عام دلائل میں شمار کیا ہے۔

عند مولده وارضاعه،(۲۱)وظهرت الملائكة فشقت عن قلبه فملاته ايمانا وحكمة۔(۲۲) وذلك بين عالم المثال والشهادة،فلذلك لم يكن الشق عن القلب اهلاكا،وقدبقى منه اثر المخيط،وكذلك كل مااختلط فيه عالم المثال والشهادة(۲۳)۔

نے آپ کی ولادت ورضاعت کے وقت برکت کے آثار اپنی آنکھوں سے دیکھے-اور ملائکہ نے ظاہر ہو کر آپ کے قلب کو چاک کرکے اسے ایمان وحکمت سے بھر دیا۔ اور ایسا عالم مثال وعالم شہادت (کے اجتماع) میں وقوع پذیر ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ دل کا چیرا جانا موت وہلاکت کا سبب نہیں بنا۔ جبکہ اس کے سلے جانے کا اثر باقی رہ گیا۔ ایسا عالم ہر اس شئے کا ہوتا ہے جس میں عالم مثال اور عالم شہادت کا اختلاط ہو۔

ولماخرج به ابوطالب الى الشام فرآه الراهب شهد بنبوته لأيات رأهافيه(۲۴)۔

جب ابو طالب آپ کو شام کے سفر پر لے گئے تو راہب نے آپ کو دیکھا اور آپ میں چند نشانیاں دیکھ کر آپ کی نبوت کی گواہی دی۔

---

(۲۱)ابن ہشام،اول،۷۵-۱۷۳؛ابن سعد،اول،۵۲-۱۵۱؛عیون الاثر،اول،۴۹-۴۸۔

(۲۲)ابن ہشام،اول،۱۷۶؛ مسلم، باب الاسراء ؛ عیون الاثر،اول،۵۳-۵۰،نے امام سہیلی،الروض الانف، کی جو توجیہ وتاویل پیش کی ہے وہ شاہ صاحب کی تاویل سے ملتی جلتی ہے۔ نیز ابن سعد،اول،۵۱-۱۵۰۔

(۲۳)عالمِ مثال شاہ صاحب کے فلسفہ الٰہیات کی ایک خاص بحث ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: حجۃ اللہ البالغۃ،باب ذکر عالم المثال،۱۴-۱۳ومابعد؛بلجان،مذکورہ بالا،۲۰۷- وغیرہ۔ نیز ابن سعد،اول،۱۵۱: فلقد کنانری اثرالمخیط فی صدرہ (حضرت انس)۔

(۲۴)ابن ہشام،اول،۹۶-۱۹۴: ابن سعد،اول،۲۱-۱۲۰،۵۵-۱۵۳؛عیون الاثر،اول،۶۴-۶۱نیز سید سلیمان ندوی، سوم ۶۴-۱۶۷؛ شبلی،اول،۸۰-۱۷۸۔

ولما شب ظهرت مناسبة الملائكة بالهتف به والتمثل له(۲۵)،وسد الله خلته برغبة خديجة رضی الله عنها فیه وموا ساتها به،وكانت من میاسیر نساء قریش ، وكذلك من احبه الله يد بر له فی عباده (۲٦)۔

جب آپ جوان ہوئے تو ملائکہ کی مناسبت اس طرح ظاہر ہوئی کہ وہ آپ کو ندا دیتے یا آپ کے سامنے جلوہ گر ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تنہائی اس طرح دور فرمائی کہ حضرت خدیجہؓ نے آپ سے محبت و مواسات کی حالانکہ وہ قریشی خواتین کی مالدار ترین افراد میں شامل تھیں۔اسی طرح اللہ جس سے محبت کرتا ہے اس کے لئے اپنے بندوں میں تدبیر فرمادیتا ہے۔

ولمابنی الكعبة فیمن بنی، ألقیٰ ازاره علیٰ عاتقه كعادة العرب فانكشفت عورته فأ سقط مغشياً عليه ونهی عن كشف عورته فی غشیه، وذلك شعبة من النبوة ونوع من المواخذة فی النفس۔(۲۷)

تعمیر کعبہ میں جب لوگوں کے ساتھ آپ نے شرکت فرمائی تو عربوں کی عادت کی مانند اپنی ازار اپنے دوش مبارک پر رکھ لی جس سے آپ کا ستر کھل گیا اور آپ بیہوش ہوگئے۔عالم بیہوشی میں ہی آپ کو ستر کھولنے کی ممانعت کی گئی۔یہ نبوت کا ایک شعبہ اور نفس کا ایک قسم کا مواخذہ ہے۔

---

(۲۵)بخاری،باب علامات لنبو ة قبل لبعثة....؛ مسلم،باب نسب لنبی ﷺ ، باب کم قام لنبی ﷺ بمکة؛ سیوطی،الخصائص لکبریٰ ،اول۸۸ وغیرہ،بحوالہ ادریس کاندھلوی،اول ۹۳-۸۸وغیرہ؛ نیز ابن ہشام قسم اول ۲۳۴ومابعد؛ ابن سعد،اول ۷-۹۴وغیرہ۔

(۲٦)ابن ہشام،اول، ۲۰۳ومابعد؛ابن سعد،اول، ۳۳-۱۳۱؛عیون الاثر،اول، ۷۳-۶۹؛بخاری، کتاب لمناقب۔

(۲۷)بخاری، ابواب لمناقب، باب بنیان لکعبة، کتاب لصلوٰة، باب کراهیة لتعری فی لصلوٰة؛ ابن ہشام،اول، ۱۹۷؛ ابن سعد،اول،۱۵۷روایت کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو لڑکپن میں ستر ڈھانپنے کا حکم دیا گیا تھا اور یہ اولین رویت نبوت تھی۔

ثم حبب اليه الخلاء ، فكان يخلو بحراء الليالى ذوات العدد، ثم يأتى أهله و يتز ود لمثلها لعز و فه عن الدنيا وتجرده الى الفطرة التى فطره الله عليها (۲۸)۔

پھر آپ کو خلوت گزینی محبوب ہو گئی۔ غار حراء میں کئی کئی راتیں خلوت میں گذارتے، پھر اپنے گھر والوں کے پاس آتے اور اتنی ہی مدت کے لئے زاد خلوت لے جاتے تاکہ دنیائے دنی سے کنارہ کش اور اس فطرت الٰہی کی طرف یکسو ہو جائیں جس پر اللہ نے آپ کو پیدا فرمایا تھا۔

و كان اول مابدى به الروياء الصالحة، فكان لايرىٰ ر و يا الا جاء ت مثل فلق الصبح ، وهذه شعبة من شعب النبوة، ثم نزل الحق عليه و هو بحراء ففزع بطبيعته بأ ن تشوشت البهيمية من سننها الغلبة الملكية، فذ هبت به خديجة

آپ کے کار نبوت میں سب سے پہلے سچے اور نیک خواب سے آغاز ہوا اور جو خواب آپ دیکھتے وہ سپیدۂ سحر کی مانند وقوع پذیر ہو جاتا۔ اور یہ نبوت کے شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے۔ جب آپ حراء میں تھے تو آپ پر نزول حق ہوا۔ اپنی بشری طبیعت کے سبب آپ کو گھبراہٹ ہوئی کیونکہ قوت بہیمیہ غلبہ ملکیہ کی کارفرمائی سے تشویش میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت خدیجہؓ آپ کو حضرت ورقہ

---

(۲۸) بخاری، کتاب بدء الوحی، حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا؛ ابن ہشام، اول ۵۳-۲۵۱؛ عیون الاثر، اول، ۱۳-۱۱۱ ومابعد نیز ابن سعد، اول، ۹۵-۱۹۴ کے الفاظ ہیں:...... وحبب الیه الخلوة فلم یکن شئی احب الیه منها...

الیٰ ورقة فقال:"هو الناموس الذی نزل علیٰ موسیٰ"(۲۹)۔

کے پاس لے گئیں۔ انھوں نے کہا: "یہ تو وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰؑ پر اترا تھا"۔

ثم فترالوحی، و ذلک لأن الانسان یحمع جهتین: جهة البشریة، وجهة الملکیة، فیکون عندالخروج من الظلمات الی النورمزاحمات ومصادمات حتی یتم امرالله(۳۰)۔

پھر وحی کا نزول رک گیا۔ اور ایسا اس لئے ہوا کہ انسان دو جہتوں کا حامل وجامع ہے :ایک جہت بشری اور دوسری جہت ملکی۔ لہٰذا تاریکیوں سے روشنی کی طرف سفر کے وقت بہت سی مزاحمتیں اور ٹکراؤ پیدا ہوتے ہیں تا آنکہ امر الٰہی پورا ہو جائے۔

وکان یری الملک تارة جالسا بین السماء والارض، وتارة وا قفافی الحرم تصل حجزته الیٰ الکعبة، ونحو ذلک، وسره أن الملکوت تلم بالنفوس المستعدة للنبوة فکلما انفلتت برق علیها

آپ ﷺ فرشتہ کو کبھی آسمان و زمین کے درمیان بیٹھا ہوا دیکھتے اور کبھی حرم میں اس طرح استادہ ملاحظہ فرماتے کہ اس کی کمر کعبہ سے متصل ہوتی اور بعض دوسری صورتوں میں دیکھتے اور اس کا راز یہ ہے کہ ملکوت نبوت کی استعداد رکھنے والے

---

(۲۹) بخاری، باب بدء الوحی، حضرت عائشہ کی حدیث؛ کتاب التفسیر، سورۂ اقراء؛ مسلم، باب بدء الوحی؛ نیز بخاری، کتاب التعبیر، باب اول مابدی به رسول ﷺ من الوحی الرویاء الصالحة؛ فتح الباری، اول، ۳۷؛ دوازدہم ۳۵۰-۳۶۰، نیز ابن ہشام، اول، ۲۵۲ ومابعد، عیون الاثر، اول، ۱۵-۱۱۱ ومابعد۔ قوت بہیمیہ پر غلبہ ملکیہ کے تصرف کا نظریہ شاہ صاحب کے علم اسرار دین کا ایک اہم مبحث ہے۔

(۳۰) ابن سعد، اول ۹۵-۱۹۴؛ ابن ہشام، اول، ۲۶۰؛ فتح الباری، دوازدہم، ۳۵۱ پر فترہ وحی کی حکمت یوں بیان کی ہے: فیسکن لذلك جاشه ای النفس ای تقرنفسه۔

بارق ملكي جسما يقتضيه الوقت، كما تنفلت نفوس العامةفتطلع فى الرويا علىٰ بعض الامر۔(۳۱)

نفوس پر نگراں رہتے ہیں۔اور جب ایسے نفوس بہیمیت سے جدا ہوتے ہیں تو وقت کے تقاضے کے مطابق ایک ملکوتی بجلی/چمک ایک جسم اختیار کرلیتی ہے، جس طرح عام لوگوں کے نفوس جب خالص بن جاتے ہیں تو بعض امور (غیبی) پر خواب میں اطلاع پاجاتے ہیں۔

قيل:يا رسول الله!كيف يأ تيك الوحى؟فقال:أحيانايأتينى مثل صلصلة الجرس،وهواشده على فيفصم عنى وقد وعيت ماقال۔وأحيانايتمثل لى الملك رجلا فأعى مايقول۔"(۳۲)

پوچھا گیا: یارسول اللہ! آپ کے پاس وحی کیسے آتی ہے؟آپ نے فرمایا: کبھی گھنٹی کی جھنکار کی طرح میرے پاس آتی ہے اور وہ مجھ پر سب سے زیادہ گراں ہوتی ہے جب اس کا سلسلہ منقطع ہوتا ہے تو جو کچھ اس نے کہا ہوتا ہے مجھے یاد ہوجاتا ہے۔اور کبھی فرشتہ انسان کی صورت میں جلوہ گر ہوتا ہے تو جو کچھ وہ کہتا ہے میں یاد کرلیتا ہوں۔

---

(۳۱)ابن ہشام۔اول ۵۴-۲۵۳ ومابعد؛بخاری، کتاب بدء الوحی، کتاب بدء الخلق؛ مسلم، کتاب الایمان، باب بدء الوحی؛ ابن سعد، اول،۹۵-۱۹۴ نیز بخاری، کتاب التفسیر وغیرہ میں بھی اس کی تفصیلات ملتی ہیں۔ان کے علاوہ قرآن مجید، سورہ نجم، ۹-۶ ، وغیرہ میں بھی فرشتوں کی رویت نبوی کا حوالہ واضح طور سے آتا ہے۔فرشتوں کی رویت نبوی کے راز پر شاہ صاحب کی بحث ان کی اپنی ہے جو ان کے علم اسرار دین کی خصوصیت ہے۔

(۳۲)بخاری، کتاب بدء الوحی؛ مسلم، کتاب الفضائل ، باب عرق النبیﷺ؛ ابن سعد ، اول، ۹۹-۱۹۷۔

اقول: أما الصلصلة فحقيقتها أن الحواس اذا صادمها تأثير قوى تشوشت۔ فتشويش قوة البصر أن يرى ألوان الحمرة والصفرة والخضرة ونحو ذلك۔ وتشويش قوة السمع أن يسمع اصواتا مبهمة كالطنين و الصلصلة والهمهمة۔ فاذاتم الأ ثر حصل آلعلم (۳۳) واما التمثل فهو فى موطن يجمع بعض احكام المثال والشهادة، ولذلك كان يرىٰ الملك بعضهم دون بعض (۳۴)۔

میں (شاہ ولی اللہ) کہتا ہوں: جھنکار کی حقیقت یہ ہے کہ حواس میں کسی طاقت اور تاثیر سے تصادم کے وقت تشویش پیدا ہوتی ہے ۔ قوتِ باصرہ کی تشویش یہ ہے کہ وہ سرخ، زرد اور سبز وغیرہ رنگوں کو دیکھتی ہے اور قوتِ سامعہ کی تشویش یہ ہے کہ وہ غیر واضح آوازیں سنتی ہے جیسے بھنبھناہٹ، جھنکار اور گھوں گھوں۔ جب اثر ختم ہو جاتا ہے تو علم کا حصول ہو تا ہے۔ فرشتہ کی صورت گری کا معاملہ یہ ہے کہ وہ ایسے مقام و محل میں وقوع پذیر ہو تا ہے جہاں عالمِ مثال اور عالمِ شہادت کے بعض احکام کا اجتماع ہو جاتا ہے۔ لہذا وہ بعض فرشتوں کو دیکھتا ہے اور بعض کو نہیں۔

---

(۳۳) شاہ صاحب کی اس تشریح کا موازنہ فتح الباری، اول، ۲۸۔ ۲۴ وغیرہ اور دوسری کتبِ حدیث و سیرت اور ان کے شارحین کرام و علماءِ عظام کی تعبیرات و تشریحات سے کرنے پر دلچسپ اور اہم نکات فکرِ الٰہیات کے متعلق سامنے آئیں گے۔

(۳۴) حجۃ اللہ البالغہ، باب ذکر عالم المثال، اول ۱۴۔ ۱۳؛ بلجان، مذکورہ بالا۔

ثم امر بالدعوة فاشتغل بها اخفاء ا فأمنت خديجة وابوبكر الصديق وبلال وامثالهم رضى الله عنهم(۳۵)۔

پھر آپ ﷺ کو دعوت دینے کا حکم دیا گیا جس کی تعمیل میں آپ خفیہ طور سے مشغول ہو گئے۔اس دوران حضرت خدیجہ، حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت بلال جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم ایمان لائے۔

ثم قيل له: "فاصدع كما تؤمر" وقيل "وانذر عشيرتك الاقربين"(۳۶)۔ فجهر بالدعوة وإبطال وجوه الشرك، فتعصب عليه الناس وآذوه بألسنتهم وأيديهم كقصة القاء سلى الجزور، والخنق، وهو صابر

پھر آپ کو حکم دیا گیا:"سو سنا دے کھول کر جو تجھ کو حکم ہوا۔"اور فرمایا گیا:"اور ڈر سنا دے اپنے نزدیک ناتے والوں کو۔"لہذا آپ نے دعوت دینے اور شرک کی تمام صورتوں کو باطل کرنے کا اعلان فرمایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے آپ پر ظلم کیا اور اپنی زبانوں اور ہاتھوں سے آپ کو اذیت دی جیسا کہ اونٹ کی اوجھڑی ڈالنے اور آپ کا گلا گھونٹنے کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے مگر آپ ان تمام مصائب میں صابر

---

(۳۵) بخاری، باب فضائل اصحاب النبی ﷺ، حدیث حضرت عمار؛ مسلم، باب اسلام عمرو بن عبسه: ابن ہشام، اول ۲۷-۲۶۴ ومابعد۔ یہ بات خاصی معنی خیز ہے کہ شاہ صاحب نے صرف تین صحابہ کرام کا ذکر خیر کیا ہے اور بقیہ سابقین اولین میں سے بعض اہم حضرات کا نام نہیں لیا۔

(۳۶) سورہ حجر، ۹۴ اور سورہ شعراء، ۲۱۴، بالترتیب: ابن ہشام، اول، ۲۷۵-۲۷۴ ومابعد، نیز بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الشعراء، سورۃ لھب: ابن سعد، اول، ۲۰۱-۱۹۹۔

في كل ذلك(٣٧)، يبشر المؤمنين بالنصر وينذر الكافرين بالانهزام، كما قال الله تعالىٰ: "سيهزم الجمع ويولون الدبر". وقال الله تعالىٰ: "جند ما هنالك مهزوم من الاحزاب"(٣٨) ثم ازدادوا في التعصب، فتقاسموا علىٰ ايذاء المسلمين ومن وليهم من بني هاشم و بني المطلب، فهدوا الى الهجرة قبل الحبشة فوجدوا سعة قبل

و ثابت قدم رہے، مسلمانوں کو فتح کی بشارت دیتے رہے اور کافروں کو ہزیمت سے ڈراتے رہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "اب شکست کھاوے گا میل اور بھاگیں گے پیٹھ دے کر۔" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ایک لشکر یہ ہے، وہاں تباہ ہوا سب لشکروں میں۔" پھر ان کا ظلم بڑھتا گیا اور انہوں نے مسلمانوں کو اور جو ان کی بنو ہاشم اور بنو مطلب میں سے حمایت کریں ان کو ایذا دینے کی قسم کھالی۔ لہذا مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی ہدایت کی

---

(٣٧) ابن ہشام، اول، ٢٨٩-٩٠ وما بعد؛ ابن سعد، اول، ٧-١٩٦، ٣-٢٠١، ١٠-٢٠٨ ومابعد؛ بخاری، کتاب المناقب، باب فضل أبي بکر؛ کتاب الجهاد، باب الدعاء علی المشرکین، کتاب الصلوٰة، باب المرأة تطرح عن المصلی شيئا من الاذیٰ، جن دو قصوں کا حوالہ دیا گیا ہے ان میں سے اول الذکر واقعہ یہ ہے کہ ابو جہل مخزومی کے اشارہ پر اشقیاء قریش نے رسول اکرم ﷺ کے دوشِ مبارک پر جب کہ آپ سجدہ کی حالت میں تھے اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی تھی۔ حضرت فاطمہ کو خبر ملی تو دوڑی آئیں اور آپ کو اس بوجھ سے نجات دلائی۔ دوسرے واقعہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عقبہ بن ابی معیط اموی سے آپ کو بچایا تھا۔ اس نے آپ کا بحالت نماز گلا گھونٹنے کی مذموم حرکت کی تھی۔

(٣٨) قرآن مجید، سورہ قمر، ٤٥ اور سورہ ص، ١١ بالترتیب۔ شاہ صاحب کا یہ اشارہ کہ آپ دشمنوں کو شکست کی اور مسلمانوں کو فتح کی نوید سناتے تھے ابن ہشام وغیرہ سے ماخوذ ہے اور بہت اہم نکتہ ہے بالخصوص مکی عہد نبوی کے حوالہ سے۔

السعة الكبرىٰ (۳۹)۔

گئی اور وہاں انہوں نے نجات کبریٰ سے پہلے کسی قدر کشادگی پالی۔

ولما ماتت خديجة رضى الله عنها ومات ابوطالب عمه(۴۰)، وتفرقت كلمة بنى هاشم فزع لذلك، وكان قد نفث فى صدره أن علو كلمته فى الهجرة نفثاً اجمالياً فتلقاه برويته و فكره، فذهب وهله الى الطائف، والىٰ هجر، والى اليمامة، والىٰ كل مذهب(۴۱)، فاستعجل وذهب الى الطائف فلقى عناءاً شديداً،

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اور آپ کے چچا ابو طالب کا انتقال ہوا تو بنو ہاشم کا شیرازہ منتشر ہوگیا چنانچہ آپ کو پریشانی لاحق ہوئی۔ تب آپ کے سینہ مبارک میں ایک عام اجمالی القا ہوا کہ آپ کی رفعت شان ہجرت سے وابستہ ہے لہذا آپ نے اپنے خیال و فکر کے مطابق اس کو روبہ عمل لانا چاہا۔ آپ کا خیال طائف، ہجر، یمامہ اور ہر علاقہ کی طرف گیا اور آپ نے بعجلت طائف کا سفر اختیار فرمایا۔ وہاں سخت تکلیف اٹھائی پھر بنو کنانہ

---

(۳۹) شاہ صاحب نے بنو ہاشم وغیرہ کے ساتھ مسلمانوں کے مقاطعہ اور ہجرت حبشہ کے دو واقعات کی ترتیب الٹ دی ہے۔ کتب سیرت میں اس کے برعکس ہے۔ ابن ہشام، اول ۶۴-۳۴۳ ہجرت حبشہ کے لئے اور ۷۵-۳۷۱ خبر الصحیفہ / مقاطعہ لئے۔ نیز ابن سعد، اول، ۲۰۳ اور ۲۱۰ بالترتیب: بخاری، کتاب المناسك، باب نزول النبی ﷺ مکۃ۔

(۴۰) ابن ہشام، دوم، ۲۶-۲۵، بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب تزویج النبی ﷺ خدیجۃ/عائشۃ؛ باب قصۃ ابی طالب۔ شاہ صاحب نے ایک جملہ میں ابوطالب کے کفر پر مرنے کی روایتِ بخاری سے اتفاق کا اظہار کر دیا ہے کہ انھوں نے ان دونوں بزرگوں کے لئے ایک فعل دو جگہ استعمال کیا ہے۔

(۴۱) بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب علامات النبوۃ فی الاسلام: مسلم، باب رویاء النبی ﷺ، حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ۔

ثم الیٰ بنی کنانة فلم بر منهم مایسره فعاد الیٰ مكةبعهد زمعة(۴۲) ۔ و نزل :"وما أرسلنا من قبلك من رسول ولانبی....الیٰ...اذا تمنیٰ القی الشيطان فی امنیته"۔ قال: امنیته أن یتمنیٰ إنحاز الوعد فیما یتفکره من قبل نفسه، والقاء الشیطان ان یکون خلاف ما ارادالله، و نسخه کشف حقیقة الحال وازالته من قلبه(۴۳)۔

کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے بھی آپ کو خوش خبری نہیں ملی لہذا زمعہ کے زمانے میں مکہ لوٹ آئے۔ تب آیت کریمہ نازل ہوئی: "اور جو رسول بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے، یا نبی، سو جب لگا خیال باندھنے ، شیطان نے ملادیا اس کے خیال میں....." فرمایا: آپ کا خیال یہ تھا کہ اپنی جانب سے غور و فکر کر کے وعدہ الٰہی کے پورا ہونے کی تمنا کرتے تھے۔ اور شیطان کا القاء یہ تھا کہ وہ مراد الٰہی کے برعکس ہو۔ اور اس کے منسوخ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حقیقت حال واضح ہو جائے اور القاء شیطانی کا آپ کے قلب مبارک سے ازالہ ہو جائے۔

---

(۴۲) بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة؛ مسلم، کتاب الجهاد و السیر، باب مالقی النبی ﷺ من اذی المشرکین، ابن ہشام، دوم، ۳۱-۲۸: ابن سعد، اول، ۱۲-۲۱۰۔ خواب ہجرت اور القاء الٰہی سے سفر طائف کا تعلق شاہ صاحب کی نئی تحقیقات و تعبیرات میں ہے۔ اسی طرح سفر طائف کے بعد بنو کنانہ کے پاس آپ ﷺ کے جانے اور زمعہ کے عہد میں مکہ واپس آنے کی بات بھی نئی ہے۔

(۴۳) قرآن مجید، سورہ حج، ۵۲ - کتب تفسیر و حدیث میں آیت کریمہ کی تشریح ملاحظہ ہو۔ خود شاہ صاحب نے اپنے ترجمہ و تفسیر۔ فتح الرحمٰن بترجمة القرآن۔ میں یہی تفسیر فارسی میں لکھی ہے:......." آنحضرت ﷺ بخواب دیدند کہ ہجرت کردہ اند بزمینی کہ نخل بسیار دارد، پس وہم بجانب یمامہ و ہجر رفت، ودر نفس الامر مدینہ بود....."

واسری به الی المسجد الاقصیٰ، ثم الیٰ سدرة المنتهیٰ والیٰ ماشاء الله،وكل ذلك لجسده ﷺ فی الیقظة(۴۴)،ولکن ذلك فی موطن هو برزخ بین المثال والشهادة،جامع لاحکامهما،فظهرعلیٰ الجسد أحكام الروح،وتمثل الروح والمعانی الروحية أجسادا۔ولذلك بان لكل واقعة من تلك الوقائع تعبير۔ و قد ظهرلحزقيل وموسی وغيرهما عليهم السلام نحومع

آپ کو راتوں رات مسجد اقصیٰ تک لے جایا گیا پھر سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا اور جہاں تک اللہ نے چاہا آپ کو لے جایا گیا۔ اور یہ سب آپ کے جسمِ اطہر کے ساتھ بحالتِ بیداری ہوا لیکن وہ ایسے مقام و محل میں واقع ہوا جو عالمِ مثال اور عالمِ شہادت کے درمیان برزخ میں ہے اور دونوں کے احکام کا جامع ہے۔ اور جسمِ اطہر پر روح کے احکام غالب آگئے تھے، اور روح اور روحانی معانی نے اجسام کی صورت اختیار کرلی تھی۔ اسی لئے ان واقعات میں سے ہر واقعہ کی ایک تعبیر موجود ہے۔ حضرت حزقیل اور حضرت موسیٰ علیہما السلام وغیرہ انبیاے کرام کے لئے اسی

(۴۴) بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة، کتاب احادیث الانبیاء، باب المعراج، کتاب الصلوٰة.... کتاب التفسیر، سورة النجم، سورة بنی اسرائیل؛ مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء؛ کتاب الفضائل، باب موسیٰ علیه السلام؛ کتاب الایمان، باب ذکر المسیح علیه السلام وغیرہ؛ فتح الباری، ہشتم، ۹۹-۴۹۷؛ نیز ششم ۷۵-۳۶۲؛ ابن ہشام، دوم، ۱۵-۲ ومابعد؛ عیون الاثر، اول، ۹۶-۱۸۷، سید سلیمان ندوی، سوم، ۴۸۳-۳۹۳۔ جمہور علماء و مفسرین و محدثین کی مانند شاہ صاحب معراج کے بیداری کی حالت میں جسم اطہر کے ساتھ ہونے کے قائل ہیں۔ اسراء و معراج کے باب میں شاہ صاحب کی تعبیرات صوفیانہ ہیں۔ ان کی تشریحات کا دوسرے صوفی نظریات و خیالات سے موازنہ ایک دلچسپ اور اہم مطالعہ ہوگا۔

تلك الوقائع۔ وكذلك لأولياء الامة ليكون علو درجاتهم عندالله كحالهم فی الرؤیا ۔ والله اعلم (۴۵) ۔

طرح کے واقعات کا ظہور ہوا۔ اور اسی طرح اولیاے امت کے لئے بھی، تاکہ اللہ کے نزدیک ان کے درجات بلند ہوں، جیسا کہ رویاء میں ان کا حال ہوتا ہے۔ اللہ سب سے بہتر جانتا ہے۔

أماشق الصدر و ملؤه ایمانا، فحقیقته غلبةانوارالملکیة و انطفاء لهب الطبیعةو خضوعها لما یفیض علیها من حظیرة القدس (۴۶) ۔

سینہ مبارک چاک کئے جانے اور اس کے ایمان سے بھرے جانے کا معاملہ ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ ملکوتی انوار کا غلبہ ہو گیا اور طبیعت بشری کا جوش ٹھنڈا ہو گیا اور حظیرۃ القدس سے جو فیضان ہوتا ہے طبیعت اس کے تابع ہو گئی۔

---

(۴۵) جسم اطہر مادہ ہونے کے سبب زمان و مکان کی قیود کا پابند اور اس کے قفس عنصری میں مقید روح بھی اس کی اسیر۔ اسراء و معراج میں ان حدود و قیود کو مخصوص احکام اور خاص عوامل کے تحت توڑا گیا جو دوسرا قانون الٰہی ہے۔ شاہ صاحب نے عام مثال و عالم شہادت اور ان کے درمیان واقع عالم برزخ اور ان کے تکوینی احکام کی تعبیر و تشریح اپنے مخصوص انداز میں کی ہے۔

(۴۶) بخاری، کتاب بدء الخلق، باب المعراج۔ فتح الباری، ششم، مذکورہ بالا میں قلب مبارک کی آب زمزم سے تطہیر اور ایمان و حکمت سے بھرے جانے کا ذکر موجود ہے۔ باقی شاہ صاحب کا علم اسرار دین ہے۔

واما ركوبه على البراق فحقيقته استواء نفسه النطقية علىٰ نسمته التى هى الكمال الحيوانى،فاستوىٰ راكباعلى البراق، كماغلبت أُحكام نفسه النطقية على البهيمية و تسلطت عليها(۴۷)۔

آپ ﷺ کے براق پر سوار ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ کے نفس ناطقہ کو آپ کے اس نسمہ پر استواو غلبہ مل جائے جو کمال حیوانی ہے۔لہذا آپ ﷺ براق پر سواری کرتے ہوئے اس طرح غالب ہوئے جس طرح آپ کے نفس ناطقہ کے احکام قوت بہیمیہ پر غالب و مسلط ہوئے تھے۔

وأما اِسراؤه الى المسجد الاقصىٰ فلأ نه محل ظهور شعائر الله و متعلق همم الملاء الاعلىٰ ومطمح انظار الانبياء عليهم السلام، فكأ نه كوة الى الملكوت(۴۸) ۔

مسجد اقصیٰ تک آپ کا لے جانا اس لئے ہوا کہ وہ شعائر الٰہی کے ظہور کا مقام، ملاءِ اعلیٰ کے مقاصد اور ہمتوں کی آماجگاہ اور انبیائے کرام علیہم السلام کا مطمحِ نظر ہے۔گویا کہ وہ عالمِ ملکوت کی طرف کھلنے والا ایک دریچہ ہے۔

---

(۴۷)نسمہ اور نفس ناطقہ اور موخر الذکر کی اول الذکر پر برتری اور غالبیت شاہ ولی اللہ دہلوی کے فلسفہ الٰہیات کے اہم مباحث ہیں۔ان کے لئے ملاحظہ ہوں حجۃ اللہ البالغہ کے متعلقہ مباحث کے علاوہ دوسری تصانیف شاہ جیسے سطعات ،انفاس العارفین،ہمعات وغیرہ نیز بلجان کی تشریحات ۔نسمہ کا لفظ کتب احادیث و سیر میں بھی آیا ہے۔حضرت حلیمہ کی رضاعتِ نبوی کے باب میں اس کا ایک حوالہ ملتا ہے۔ابن ہشام،اول ۱۶۳ نے حضرت حلیمہ کے شوہر کا قول برکاتِ رضاعت کے ضمن میں یہ نقل کیا ہے:...... لقد اخذت نسمة مباركة......۔براق اور اس پر رسول اکرم ﷺ کی سواری کی حکمت پر بحث کے لئے ملاحظہ ہو فتح الباری اور دوسری کتب حدیث کے متعلقہ ابواب۔

(۴۸)سورہ اسراء کی آیت اولیٰ کی تفسیر کتب تفسیر وحدیث میں ملاحظہ ہو بالخصوص فتح الباری، ہشتم ۴۹۷ ومابعد۔ملاء اعلیٰ اور ملکوت وغیرہ علم اسرار دین کی اہم اصطلاحات ہیں۔حجۃ اللہ البالغہ ،اول ۱۳۔۱۱ کے علاوہ دوسری کتب شاہ میں ان پر بحث ملتی ہے۔بلجان کی تشریحات بھی اس ضمن میں کافی مفید ہیں۔

وأما ملاقاته مع الا نبيا ء صلوات اللّٰه عليهم ومفا خرته معهم فحقيقتها اجتماعهم من حيث ارتباطهم بحظيرة القدس، و ظهور ما اختص به من بينهم من وجوه الكمال(۴۹)۔

انبیائے کرام صلوات اللہ علیہم سے آپ کی ملاقات و مفاخرت کی حقیقت یہ ہے کہ حظیرۃ القدس میں ان کے درمیان جو باہمی ارتباط و تعلق ہے اس کی بنا پر ان کا اجتماع ہوا اور رسول اکرم ﷺ کو ان کے درمیان جو مختلف کمالات کی بنا پر اختصاص حاصل ہے اس کا ظہور ہوا۔

واما رقيه الى السمٰوات سماء بعد سماء، فحقيقته الا نسلاخ الىٰ مستوىٰ الرحمٰن منزلة بعد منزلة، و معرفة حال الملائكة المؤ كلة بها ومن لحق بهم من افاضل البشر، والتدبير الذى اوحاه اللّٰه فيها، والا ختصام الذى يحصل فى ملئها(۵۰)۔

ایک آسمان کے بعد دوسرے آسمان پر اور پھر تمام آسمانوں پر چڑھنے کی حقیقت یہ ہے کہ آپ نے درجہ بدرجہ عرش رحمانی کی طرف تقرب حاصل کیا اور اس میں متعین فرشتوں کے حال کی معرفت حاصل کی اور جو عظیم انسان ان سے متصل ہو چکے ہیں ان کا تعارف پایا، اور اس تدبیر الٰہی کی معرفت پائی جو اللہ تعالیٰ نے اس میں وحی فرمائی تھی اور اس کی پہنائی میں جو گفتگو اور جستجو ہوتی ہے اس کی حقیقت سمجھی۔

---

(۴۹) فتح الباری ہشتم مذکورہ کے علاوہ حدیث اسراء و معراج پر شروح حدیث و تفسیر ملاحظہ ہوں۔

(۵۰) حجۃ اللہ البالغہ کا باب الملاء الاعلیٰ نیز کتب تفسیر و حدیث ملاحظہ ہوں۔

واما بكاء موسىٰ فليس بحسد ولكنه مثال لفقده عموم الدعوة وبقاء كمال لم يحصله مماهوفى وجهه(۵۱)۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گریہ و زاری کسی حسد کی بنا پر نہیں تھی بلکہ دعوت عمومی اور بقاے کمال سے ان کی حرماں نصیبی کی ایک مثال ہے جس کا وہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرمارہے تھے۔

واما سدرة المنتهىٰ فشجرة الكون، وترتب بعضها علىٰ بعض،وانجما عها فى تدبير واحد، كانجماع الشجرة فى الغا ذية والنامية ونحو هما،ولم تتمثل حيوانا لأن التدبير الجملى الاجمالى الشبيه للسياسة الكلى أفراده،وانما اشبه الا شياء به الشجرة دون الحيوان ،فان الحيوان فيه

جہاں تک سدرۃ المنتہیٰ کا معاملہ ہے تو وہ درختِ وجود ہے، جس کا ایک حصہ دوسرے پر مرتب ہے اور وہ سب ایک تدبیر و نظام میں متحد ہیں جس طرح قوت غاذیہ اور قوت نامیہ وغیرہ تمام قوتیں درخت میں مجتمع ہوتی ہیں۔ یہ حقیقت کسی حیوان کی صورت میں اس لئے جلوہ گر نہ ہوئی کہ اجمالی اور کامل تدبیر جو اس کے تمام افراد واعضاء کے لئے زیادہ موزوں ہے، وہ درخت میں پائی جاتی ہے۔ اس لئے اشیاء کو حیوان کی بجائے درخت کے مشابہ قرار دیا گیا۔ کیونکہ حیوان میں تفصیلی

(۵۱) حدیث معراج میں گریہ موسیٰ علیہ السلام کی وجہ یہ ملتی ہے کہ امت محمدی کی اکثریت کے جنتی ہونے کی خوش خبری پر ان کی آنکھوں سے فرط مسرت سے آنسو نکل آئے تھے۔

قوی تفصیلیة،و الارادة فیه أصرح من سنن الطبعیة(۵۲)۔

قوتیں ہوتی ہیں اور اس میں ارادہ طبعی قوانین سے زیادہ واضح ہوتا ہے۔

واماالانهارفی اصلها فرحمة فائضة فی الملکوت حذو الشهادة وحیاة وانماء،فلذلك تعین هنالك بعض الامور النافعة فی الشهادة کالنیل والفرات(۵۳)۔

اور سدرۃ المنتہیٰ کی جڑوں سے وابستہ نہروں کی حقیقت یہ ہے کہ عالمِ ملکوت سے عالمِ شہادت کی طرف رحمتِ الٰہی کا فیضان ہوتا رہتا ہے اور حیات و قوتِ نمو کا بھی۔ لہذا عالمِ شہادت میں بعض نفع بخش امور جیسے دریائے نیل و فرات کا تعین وہاں اسی بنا پر ہوا۔

واما الا نوار التی غشیتها فتدلیات إلٰهیةو تد بیرات رحمانیة تلعلعت فی الشهادة حیثما استعدت

اور وہ انوار جو اس کو ڈھانپے ہوئے ہیں تو اصلاوہ تدلیات الٰہی اور تدبیرات رحمانی ہیں جو عالم شہادت میں وہاں وہاں جلوہ گر و معنی پذیر ہوتی ہیں جو ان کی

---

(۵۲) حدیثِ معراج میں سدرۃ المنتہیٰ کی تصویرکشی اس طرح کی گئی ہے کہ وہ ایسا حسین ترین بیری کا درخت ہے جس کا حسن ناقابل بیان ہے۔ زمین سے صعود کرنے والوں اور عالم بالا سے اترنے والوں کا مقام مطلوب ہے۔ مزید بحث کے لئے فتح الباری، ششم کے علاوہ ہفتم، باب ۴۱: حدیث الا سراء، ۷-۲۴۲ بھی ملاحظہ ہوں، بالخصوص ۴-۲۵۳ پر حدیث اور اس کی تشریح۔ باقی تشبیہ و تمثل کی بحث شاہ صاحب کے علم اسرار دین کا عطیہ ہے۔

(۵۳) حدیثِ معراج میں سدرۃ المنتہیٰ سے چار نہروں کے نکلنے کا ذکر موجود ہے جن میں سے دو مخفی نہریں ہیں اور ان کا فیضان جنت میں ہوتا ہے اور دو علانیہ / ظاہری ہیں جن کا فیضان دنیا میں ہوتا ہے۔ نیل و فرات کے نام بھی مذکور ہیں مگر وہ بطور مثال ہیں، مقصود اصلی نہیں۔

لها (۵۴)۔

استعداد رکھتی ہیں۔

واما البيت المعمور فحقيقته التجلى الا لهىٰ الذى يتوجه اليه سجدات البشر و تضرعا تها يتمثل بيتا علىٰ حذو ما عند هم من الكعبة و بيت المقدس (۵۵) ۔

بیت معمور کی حقیقت یہ ہے کہ وہ تجلی الٰہی ہے جس کی طرف انسانی سجدوں اور دعاؤں کا رخ ہوتا ہے۔ اور عالم شہادت میں اس کی صورت گری اس گھر کی شکل میں ہوتی ہے جو ان کے پاس ہے جیسے کعبہ اور بیت المقدس۔

ثم أتى باناء من لبن، واناء من خمر، فا ختار اللبن، فقال جبريل: هديت للفطرة ، ولو اخذت الخمرلغوت امتك۔ فكان هو ﷺ جامع امته، ومنشأ ظهورهم۔ و كان

پھر رسول اکرم ﷺ کے پاس ایک پیالہ دودھ اور ایک جام شراب لایا گیا اور آپ ﷺ نے دودھ کا انتخاب فرمایا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: آپ کو فطرتِ الٰہی کی ہدایت نصیب ہوئی۔ اگر آپ شراب لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ اس لحاظ سے آپ ﷺ اپنی امت کے جامع اور اس کے وجود و ظہور کے مقصود ہیں۔

---

(۵۴) تدلیاتِ الٰہیہ اور تدبیراتِ رحمانیہ شاہ صاحب کے علمِ اسرار دین کی دو خاص اصطلاحات ہیں، معانی و مفاہیم کے لئے ملاحظہ ہو: حجۃ اللہ البالغہ اور بلجان کی تشریحات و مباحث۔ نیز شاہ صاحب کی بعض دوسری تصانیف جیسے سطعات، ہمعات، لمحات، انفاس العارفین وغیرہ۔ فیوض الحرمین، اردو ترجمہ پروفیسر محمد سرور، سندھ ساگر اکیڈمی، لاہور ۱۹۹۶ء، ۱۱۰۔۸۵: دوسرا اور چوتھا مشاہدہ تدلیاتِ الٰہیہ اور تدبیراتِ رحمانیہ پر مفصل بحث پیش کرتا ہے۔

(۵۵) قرآن مجید، سورۂ طور ۴ کی تفسیر کتبِ تفاسیر میں ملاحظہ ہو۔ حدیثِ معراج میں بھی بیتِ معمور کی برکات اور ان کی حقیقت کی طرف اشارہ ملتا ہے، حدیث معراج بفتح الباری، ہفتم ۲۵۶ ومابعد۔

اللبن اختيار هم الفطرة، والخمر اختيارهم لذات الدنيا (۵٦)۔

دودھ کا اشارہ یہ ہے کہ امت فطرت اختیار کرے گی اور شراب ان کے لذات دنیاوی میں کھو جانے کا اشارہ ہے۔

وأمر بخمس صلوات بلسان التجوز لا نها خمسون باعتبار الثواب۔ ثم اوضح الله مراده تدريجا، ليعلم أن الحرج مدفوع، وأن النعمة كاملة، وتمثل هذا المعنى مستندا الىٰ موسىٰ عليه السلام، فانه اكثر الانبياء معالجة للامة ومعرفة بسياستها(۵۷)۔

زبانِ مجاز میں آپ ﷺ کو پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا کیونکہ ثواب کے اعتبار سے وہ پچاس نمازیں ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی مراد تدریجی طور سے ظاہر فرمائی تاکہ معلوم ہو جائے کہ حرج و تنگی دور کر دی گئی ہے اور نعمتِ الٰہی کامل کر دی گئی ہے۔ اس معنیٰ حقیقت کی صورت گری حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے کی گئی کیونکہ وہ تمام انبیاے کرام میں امت کی اصلاح اور اس کی سیاست کی معرفت میں سب سے زیادہ طاق ہیں۔

---

(۵٦) دودھ کے پیالہ اور شراب کے جام اور رسول اکرم ﷺ کے اختیارِ فطرت اور ان سے متعلق اسرار و حکم کا واضح ذکر حدیثِ معراج میں موجود ہے۔ فتح الباری، ہفتم ۲۵۴ میں الفاظِ حدیث ہیں: ثم أتيت باناء من خمر واناء من لبن واناء من عسل، فاخذت اللبن،فقال: هى الفطرة التى انت عليها وامتك...

(۵۷) نمازِ پنجگانہ کا پچاس نمازوں کے برابر قرار دینے اور اتنے ہی ثواب کے عطا کئے جانے کا واضح ذکر حدیثِ معراج میں ہے۔ حضرت موسیٰ کی سیاست و تدبیر اور معاملاتِ امت پر نظر کا حوالہ نمازِ پنجگانہ کی فرضیت کے سلسلہ میں اسی حدیث میں موجود ہے کہ "آپ کی امت پانچ نمازیں بھی پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ میں نے آپ سے پہلے لوگوں کا خوب تجربہ کیا ہے اور بنو اسرائیل کو خوب آزمایا ہے...." فتح الباری مذکورہ بالا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سیاست و تدبیر و معرفتِ امور کا حوالہ خود قرآنی سورتوں اور دوسری حدیثوں میں بھی ملتا ہے۔

ثم كان النبي ﷺ يستنجد من احياء العرب(۵۸) ، فوفق الانصار لذلك ، فبايعوه بيعة العقبة الاولىٰ والثانية(۵۹) ۔ و دخل الاسلام كل دارمن دور المدينة (٦٠) ۔

پھر نبی ﷺ قبائلِ عرب سے امداد ونصرت کا مطالبہ کرنے لگے اور انصار کو اس کی توفیق عطا کی گئی۔ چنانچہ انھوں نے بیعتِ عقبہ اولیٰ وثانیہ کی اور اسلام مدینہ کے تمام گھروں میں سے ہر گھر میں داخل ہو گیا۔

واوضح اللّٰه علىٰ نبيه ان ارتفاع دينه الهجرة الى المدينة، فا جمع عليها ، وازداد غيظ قريش فمكروابه ليقتلوه أويثبتوه أو يخرجوه، فظهرت آياته لكونه محبوبا، مباركا ، مقضياله

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے مکرم نبی ﷺ پر واضح کر دیا کہ ان کے دین کی سربلندی ہجرتِ مدینہ سے وابستہ ہے لہذا آپ نے اس کا فیصلہ کر لیا۔ قریش کا غیظ و غضب بڑھ گیا اور انھوں نے آپ کے خلاف سازش کی کہ آپ کو قتل کر دیں یا مکہ میں زبردستی روکے رکھیں یا نکال باہر کریں۔ آپ ﷺ کے محبوب ، مبارک ہونے

---

(۵۸) ابن ہشام، دوم ۷۵-۳۱: ابن سعد، اول ۲۳-۲۱۷: عیون الاثر، اول ۲۴-۲۰۵ وغیرہ۔ اہلِ سیر کا متفقہ بیان ہے کہ سفرِ طائف کے بعد رسول اکرم ﷺ نے قبائلِ عرب سے اسلام قبول کرنے کے ساتھ ساتھ امداد وتعاون اور نصرت وحمایت کا مطالبہ بھی کرنا شروع کر دیا تھا۔

(۵۹) نصرتِ اسلام وحمایتِ نبوی ﷺ کے مطالبہ نبوی کے زمانے میں پہلے ۶۲۰ء میں خزرج کے چھ اصحاب سے اور پھر ۶۲۱ء میں خزرج واوس کے بارہ مسلمانوں سے ملاقات ہوئی اور بیعتِ عقبہ اولیٰ ہوئی اور ایک سال بعد انصاری / مدنی مسلمانوں کے بہتر سے زیادہ نمائندہ افراد سے بیعتِ عقبہ ثانیہ ہوئی اور وہ دونوں بالترتیب بیعتِ نساء اور بیعتِ حرب کہلائیں۔ ملاحظہ ہوں حوالہ جات سابقہ۔

(٦٠) ابن ہشام، دوم ۴۶: عیون الاثر، اول، ۲۱۳ وغیرہ میں جملہ ہے: ولم يبق دار من دور الانصار الا......

بالغلبة(٦١) ۔

اور فتح و غلبہ سے بہرہ مند ہونے کی نشانیاں ظاہر ہونے لگیں۔

فلما دخل هو وابوبكر الصديق رضى الله عنه الغار لدغ ابو بكر رضى الله عنه فبرك عليه النبى ﷺ فشفى من ساعته۔ ولما وقف الكفار على راس الغار اعمى الله ابصارهم و صرف عنه افكار هم(٦٢) ۔

جب آپ ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غار (ثور) میں داخل ہوئے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سانپ نے ڈس لیا۔ نبی ﷺ نے لعابِ دہن لگا دیا اور ان کو فوراً شفا مل گئی۔ اور جب کفار غار کے دہانے پر کھڑے ہوئے تو اللہ نے ان کی نگاہوں کو نابینا کر دیا اور ان کے خیالات آپ ﷺ کی جانب سے پھیر دیے۔

ولما ادر كهما سراقة بن مالك دعاعليه، فارتطمت فرسه الىٰ بطنها فى جلد من الارض بأن انخسفت الارض

اور جب ان دونوں کو سراقہ بن مالک نے جالیا تو آپ ﷺ نے اس کے لئے بد دعا کی تو اس کا گھوڑا کمر تک سخت زمین میں دھنس گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تقریب (تدبیر) کے سبب زمین شق ہوگئی

---

(٦١) بخاری، کتاب احادیث الا نبیاء، باب الهجرة؛ فتح الباری، ہفتم ۲۸۱-۸۷؛ ابن ہشام، دوم، ۸۰-۷۵؛ عیون الاثر، اول، ۲۳۳؛ مکرِ قریش سے متعلق جملہ شاہ پر آیتِ قرآنی (سورۂ انفال ۳۰) کا اثر واضح ہے:
واذيمكر بك الذين كفروا ليثبتو ك او يقتلو ك او يخر جوك....

(٦٢) ابن ہشام۔ دوم ۹۹-۹۸؛ ابن سعد، اول، ۳۳-۲۲۷؛ عیون الاثر، اول ۲۴۰؛ فتح الباری، ہفتم، ۹۷۔ ۲۹۴۔ غارِ ثور کے دوسرے معجزات و آیات کا ذکر تو ان روایات میں ہے مگر حضرت ابو بکر کے ڈسے جانے کا حوالہ نہیں ملا۔ سید سلیمان ندوی نے سیرۃ النبی جلد سوم کے باب "مشہور عام دلائل و معجزات" میں اور ادریس کاندھلوی نے بابِ ہجرت میں اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا۔ غالباً یہ ان روایات میں سے ہے جو غیر مستند سمجھی جاتی ہیں۔

بتقريب من الله ، فتكفل با لرد عنهما (٦٣) ۔ولما مروا بخيمة ام معبد درت له شاة لم تكن من شياه الدر (٦٤) ۔	تھی اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی مدافعت کی کفالت فرمائی۔ جب وہ سب حضرت ام معبد کے خیمہ کے پاس سے گذرے تو آپ ﷺ کے لئے ایک ایسی بکری نے دودھ دیا جو دودھاری بکریوں میں سے نہ تھی۔
فلما قد ما المدينة جاء ہ عبداللّٰہبن سلام فسأله عن ثلاث لایعلمهن إلانبی: فما اول اشراط الساعة ؟ وما اول طعام اهل الجنة وما ینزع الولدالیٰ ابیه او الیٰ امه؟	جب دونوں حضرات مدینہ منورہ پہونچے تو حضرت عبداللہ بن سلّام خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے اور ایسی تین چیزوں کے بارے میں سوال کیا جن کو ایک نبی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ قیامت کی اولین نشانی / شرط کیا ہے؟ اہلِ جنت کا اولین کھانا کیا ہے؟ اور کون چیز بچہ کو اپنے والد یا اپنی والدہ سے مشابہ بناتی ہے؟

(٦٣) بخاری، کتاب احادیث الا نبیاء ؛ باب هجرة النبی ﷺ؛ فتح الباری، ہفتم ۱۴۔ ۳۱۲؛ ابن ہشام، دوم ۴-۱۰۲؛ ابن سعد، اول، ۱۸۸؛ عیون الاثر، اول، ۴۴-۲۴۱۔

(٦٤) ابن سعد، اول ۳۱-۲۳۰؛ عیون الاثر، اول ۵۲-۲۴۷؛ الاصابہ، ترجمہ ابو معبد وام معبد؛ مستدرك حاکم سوم، ۱۵۵ بحوالہ ادریس کاندھلوی، اول ۹۲-۳۸۷؛ ابو معبد وام معبد کے واقعات اور ان سے متعلق معجزات و روایات پر تنقید کے لئے ملاحظہ ہو: سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی، سوم ۷۳-۷۷۰۔

قال ﷺ : اما اول اشراط الساعة فنار تحشرالناس من المشرق الى المغرب ، واما اول طعام يا كله اهل الجنة فزيادة كبد حوت، واذا سبق ماء الرجل ماء المرأة تنزع الولد، واذا سبق ماء المرأة نزعت " فاسلم عبدالله، وكان افحاما لاحبار اليهود(٦٥)۔ثم عاهدالنبی ﷺ اليهود، وامن شرهم (٦٦)۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اولین علامتِ قیامت ایک آگ ہوگی جو انسانوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کرے گی۔ اور اولین کھانا جو اہلِ جنت تناول کریں گے وہ مچھلی کے جگر کا زائد حصہ ہوگا۔ اور جب مرد کا مادہ منویہ عورت کے مادہ منویہ پر حاوی ہوتا ہے تو بچہ باپ سے مشابہ ہوتا ہے اور جب عورت کا مادہ حاوی ہو جاتا ہے تو عورت سے مشابہت ہوتی ہے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن سلام اسلام لے آئے اور وہ احبارِ (علماءِ) یہود کے امام تھے۔ پھر نبی ﷺ نے یہود سے معاہدہ کر لیا اور ان کے شر سے امان حاصل کر لی۔

واشتغل ببناء المسجد ، و علم المسلمين الصلاة واوقاتها(٦٧)،

اور مسجد کی تعمیر میں مشغول ہو گئے۔ اور مسلمانوں کو نماز اور اوقاتِ نماز کی تعلیم دی۔

---

(٦٥) بخاری، کتاب مناقب الانصار، ٥١- باب (بلا ترجمہ)؛ فتح الباری، ہفتم ٤٢-٣٤٠؛ نیز بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب هجرة النبی ﷺ؛ فتح الباری، ہفتم ٣١٥ ومابعد؛ ابن ہشام، دوم ٣٩-١٣٨؛ عیون الاثر، اول ٧٥-٢٧٣- ابن ہشام وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن سلام کے اسلام لانے کا ذکر تو کیا مگر ان کے سوالات اور نبی ﷺ کے جوابات کا حوالہ نہیں دیا۔

(٦٦) ابن ہشام، دوم ٢٠-١١٩؛ عیون الاثر، اول ٢٣-٢٦٠۔

(٦٧) بخاری کتاب الصلوٰۃ، باب التعاون فی بناء المسجد، باب بنیان المسجد وغیرہ متعدد ابواب، کتاب مناقب الانصار، باب هجرة النبی ﷺ..... فتح الباری، ہفتم ٣٦-٢٩٩ وغیرہ؛ ابن ہشام، دوم، ١١٤؛ ابن سعد، اول ٤١-٢٣٩۔

وشاور فيما يحصل به الاعلام با لصلاة فأرى عبد الله بن زيد فى منامه الاذان، وكان مطمح الا فا ضة الغيبية رسول الله ﷺ وإن كان السفير عبدالله(٦٨)،و حر ضهم على الجماعة والجمعة، والصوم ، وامربالز كاة، وعلمهم حدودها، و جهر بدعوة الخلق الى الاسلام،ورغبهم فى الهجرة من اوطانهم، لأ نها يومئذ دارالكفر، ولايستطيعون اقا مة الاسلام هنالك (٦٩) ـوشد المسلمين بعضهم ببعض بالمواخاة وايجاب الصلة والانفاق والتوا رث بتلك المواخاة (٧٠)

اور نماز کا اعلان کرنے کے طریقہ کے بارے میں مشورہ کیا تو حضرت عبداللہ بن زید کو ان کے خواب میں اذان دکھائی گئی۔ غیبی فیضان کے اصل مطمح ومرکز تو رسول اللہ ﷺ تھے اگر چہ عبداللہ رضی اللہ عنہ اس کے سفیر بن گئے تھے۔ آپ ﷺ نے ان (مسلمانوں) کو جماعت ، جمعہ اور روزہ کے لئے ابھارا اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا اور اسکی حدود سکھائیں۔ اور آپ نے تمام مخلوق کو اسلام کی علانیہ دعوت دی اور ان کو اپنے وطن سے ہجرت کرنے کی ترغیب دی کہ وہ اس زمانے میں دارالکفر تھے اور وہاں وہ اسلام قائم کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔ اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ مواخاۃ کے ذریعہ وابستہ کردیا اور صلۂ رحمی، انفاق اور باہمی وراثت کا اس مواخاۃ کے ذریعہ ایجاب واثبات کیا۔

---

(٦٨) بخاری، کتاب الاذان، باب بدء الاذان؛ مسلم، کتاب الصلوٰۃ ، باب بدء الاذان؛ ابن سعد، اول ۳۸-۲۴۶؛ ابن ہشام، دوم ۲۹-۱۲۸؛ عیون الاثر، اول ۲۷-۲۶۹۔

(٦٩) بخاری، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ؛ ابن سعد، اول ۴۹-۲۴۸۔

(٧٠) بخاری، کتاب مناقب الا نصار؛ باب کیف آخی النبی ﷺ بین اصحابہ؛ فتح الباری، ہفتم ۳۰-۲۳۷؛ ابن سعد، اول، ۲۳۸۔

لتتفق كلمتهم فيتاتى الجهاد ، ويتمنعوا من اعدائهم، و كان القوم ألفوا التناصر با لقبائل (۷۱)۔ثم لمارأى الله فيهم اجتماعا و نجدة أوحى الىٰ نبيه أن يجاهد و يقعد لهم كل مرصد (۷۲)۔

تاکہ ان کا شیرازہ مجتمع ہو اور وہ جہاد کے لائق بن سکیں اور اپنے دشمنوں سے بچ سکیں۔ قومِ مسلم نے قبائلِ (عرب) سے اسی لئے باہمی امداد کا معاہدہ کیا تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان میں اجتماعیت و قوت دیکھ لی تو اپنے نبی ﷺ کی طرف وحی بھیجی کہ جہاد فرمائیں اور دشمنوں کے لئے ہر طرح کی گھات لگائیں۔

ولماوقعت واقعة بدر(۷۳) لم يكونوا على ماء ،فأ مطرالله مطرا (۷۴)۔واستشارالناس هل يختار العير ام النفير ؟ فبورك فى رايهم حسب رايه ،

جب غزوۂ بدر واقع ہوا تو مسلمانوں کو پانی مہیا نہ تھا لہذا اللہ تعالیٰ نے خوب بارش برسائی۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے مشورہ کیا کہ کاروان (قریش) کا انتخاب کریں یا لشکر (قریش) کا؟ صحابہ کرام کی رائے میں آپ کی رائے کے مطابق

---

(۷۱) مواخاۃ کی حکمت وافادیت اور مدینہ منورہ کے قرب وجوار میں سکونت پذیر قبائل سے معاہداتِ امدادِ باہمی کے لئے ملاحظہ ہو: خاکسار کی کتاب "عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت" کے باب اول اور باب دوم کے متعلقہ مباحث۔

(۷۲) قرآن مجید، سورۂ انفال / توبہ کے علاوہ متعدد آیاتِ کریمہ بابت اذنِ جہاد۔ بخاری، کتاب الجهاد والسير، مختلف ابواب، بالخصوص باب التحريض على القتال، باب و جوب النفير، فتح البارى، ششم ۲۳۳-۵ وغیرہ؛ مسلم، کتاب الجهاد، باب فى دعاء النبى ﷺ الى الله.....؛ عيون الاثر، اول، ۲۹۳ومابعد۔

(۷۳) بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة بدر اور دوسرے ابواب، فتح الباری، ہفتم، ۲۱۰-۳۵۱ ومابعد: ابن ہشام، دوم ۹۴-۲۴۳ ومابعد: عيون الاثر، اول، ۳۰۸-۳۲۱۔

(۷۴) بخاری، کتاب المغازی، باب قول الله تعالیٰ: اذ تستغيثون ربكم.....؛ عيون الاثر، اول ۳۲۲-۳۲۹۔

فاجمعوا على النفير بعد ما لم يكد يكون ذلك (۷۵) ۔ ولمارای ﷺ کثرة العدو تضرع الى الله فبشر بالفتح(۷٦) واوحیٰ اليه مصارع القوم ، فقال:" هذا مصرع فلان، وهذا مصرع فلان"، يضع يده هھناو هھنا، فما ماط احدهم عن موضع رسول اللهﷺ(۷۷)وظهرت الملائكة يومئذ بحيث يرا هاالناس، لتثبت قلوب الموحدين و ترعب قلوب

برکت دی گئی۔ لہذا انھوں نے لشکر پر اتفاق واجتماع کر لیا حالانکہ ایسا پہلے قریب قریب مستبعد تھا۔ جب آپ ﷺ نے دشمن کی کثرت دیکھی تو اللہ سے دعا کی اور آپ کو فتح کی بشارت دی گئی اور آپ کو دشمن کی قتل گاہوں کے بارے میں وحی کی گئی لہذا آپ نے فرمایا: "یہ فلاں کا مقتل ہے اور یہ فلاں کی قتل گاہ"۔ آپ اپنا دستِ مبارک یہاں وہاں رکھتے جاتے تھے چنانچہ ان (دشمنوں) میں سے کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی جگہ سے ذرا بھی تجاوز نہ کر سکا۔ اس دن ملائکہ کا اس طرح ظہور ہوا کہ لوگوں نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تا کہ موحدین کے قلوب کو ثبات واطمینان ملے اور مشرکین

---

(۷۵)بخاری، کتاب المغازی، باب قول الله تعالىٰ: اذ تستغیثون ربکم.....؛عیون الاثر، اول ۳۲۷-۲۸۔

(۷٦)بخاری، کتاب المغازی، باب قول الله تعالىٰ: اذ تستغیثون ربکم ؛ عیون الاثر، اول ۳۳٦-۳۷۔

(۷۷)بخاری، کتاب المغازی، باب ذکر النبی ﷺ من یقتل ببدر؛ مسلم، کتاب الجهاد، باب امداد الملا ئکه۔

المشركين (۷۸) ۔ فكان ذلك فتحا عظيما، أغنا هم الله به و أشبعهم، و قطع حبل الشرك وأهلك افلاذ كبد قريش۔ ولذا يسمى فرقانا (۷۹)۔ و كان ميلهم للا قتدا، مخالفا لما احبه الله من قطع دابرالشرك ، فعو تبوا ثم عفى عنهم (۸۰) ۔

کے قلوب مرعوب ہوں۔ وہ ایک عظیم فتح تھی جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو غنی اور سیر کر دیا اور شرک کی رسی کاٹ دی اور قریش کے جگر گوشوں کو ہلاک کر دیا۔ اس لئے اس کا نام فرقان ہے اور ان (صحابہ) کا رجحان اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ شے یعنی شرک کی جڑ کاٹنے کے برعکس چیز کی پیروی کی طرف رہا تھا لہذا ان پر عتاب کیا گیا پھر ان کو معافی دے دی گئی۔

ثم اهاج الله تقريبا لا جلاء اليهود، فانه لم يكن يصفو دين ا لله بالمدينة وهم مجاور وها، فكان منهم

پھر اللہ تعالیٰ نے یہود کو جلاوطن کرنے کی تقریب برپا کی کیونکہ جب تک وہ مدینہ کے باسی رہتے وہاں اللہ کا دین خالص وصافی نہیں ہو سکتا تھا۔ لہذا ان سے

---

(۷۸) بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ بدر/ باب اذ تستغیثون ربکم....؛ مسلم، کتاب الجهاد، باب امداد الملائکۃ؛ فتح الباری، ہفتم، ۸۹-۳۵۱ وغیرہ؛ بالخصوص بخاری....باب شهود الملائكة بدراً۔

(۷۹) بخاری کتاب المغازی، باب ذکرالنبی ﷺ من یقتل ببدر، باب دعاء النبی ﷺ علیٰ کفار قریش، باب قتل ابی جھل وغیرہ؛ فتح الباری، ہفتم ۶۹-۳۵۱ ومابعد؛ عیون الاثر، اول، ۳۳۰؛ حدیثِ بخاری و کتابِ سیرت میں جملہ ہے: هذه مكة قدالقت عليكم افلا ذكبد ها. فتحِ عظیم، فرقان، باعثِ مغانم و سیرابی وغیرہ کے لئے مباحثِ غزوۂ بدر ملاحظہ ہوں؛ نیز محمد یٰسین مظہر صدیقی، غزوات نبوی کی اقتصادی جہات، علی گڑھ ۱۹۹۹؛ غزوہ بدر۔

(۸۰) قرآن مجید، انفال ۶۸-۶۷ وغیرہ؛ بخاری / فتح الباری، ہفتم ۳۵۷ وغیرہ؛ مسلم، کتاب الجهاد، باب امداد الملائکۃ؛ یہ اشارہ اسیرانِ بدر کو فدیہ لے کر چھوڑ دینے کی طرف ہے۔

نقض العهد، فأ جلی بنی النضیر، وبنی قینقاع (۸۱)و قتل کعب بن الاشرف(۸۲)، و القی اللّٰہ فی قلو بھم الرعب فلم یعرجوالمن وعدھم النصر، وشجع قلوبھم ، ففافا ء اللّٰہ اموالھم علیٰ نبیہ، وکان اول توسیع علیھم(۸۳)،وکان ابو رافع تاجر الحجازیؤذی المسلمین فبعث الیہ عبداللّٰہ بن عتیك فیسراللّٰہ له قتله، فلما خرج من بیته انکسرت ساقه،

پیمان شکنی سر زد ہوئی اور آپ نے بنوالنضیر اور بنو قینقاع کو جلاوطن کیا، کعب بن اشرف کو قتل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب میں رعب ڈال دیا کہ جن سے اس نے نصرت کا وعدہ کیا تھا ان کے سامنے ہی نہیں آئے اور ان کے دلوں کو بہادری سے بھر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو ان کی جائدادیں بلا جنگ و جدال (فے میں) عطا فرمادیں یہ ان کے خلاف (ریاستِ اسلامی کی) اولین توسیع تھی۔ تاجرِ حجاز ابو رافع مسلمانوں کو ایذادیا کرتا تھا لہذا آپ نے عبداللہ بن عتیک کو اس کے خلاف بھیجا اور اللہ نے اس کا قتل ان کے لئے آسان کر دیا۔ جب وہ اس کے گھر سے نکلے تو ان کی پنڈلی

---

(۸۱) بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر ..... حدیث ۴۰۲۸ میں بنو قریظہ اور بنو نضیر کا بالترتیب ذکر ہے اور آخر میں بنو قینقاع کی جلاوطنی کا ہے۔ فتح الباری، ہفتم ۱۸-۴۱۳ومابعد- شاہ صاحب کی ترتیبِ غزاوتِ یہود پر محدثینِ کرام کا اثر ہے۔ ورنہ اہلِ سیر کے نزدیک ان کی ترتیب برعکس ہے: ابن ہشام،دوم ۶۱-۴۲۶؛ سوم۱۱-۲؛عیون الاثر،اول۸۷-۳۸۵اوردوم،۲۸-۴۳۔

(۸۲) بخاری، کتاب المغازی ،باب قتل کعب بن الاشرف؛فتح الباری ، ہفتم،۲۵-۴۲۰؛ عیون الاثر ،اول، ۹۷-۳۹۲۔

(۸۳) بخاری، کتاب المغازی،باب حدیث بنی النضیر..... و فتح الباری، ہفتم،۲۰-۴۱۱ومابعد۔ کتب سیرت محولہ بالا۔ شاہ صاحب کا توسیع کا نظریہ بہت اہم ہے اور وہ ان کے تاریخی شعور کا پتہ دیتا ہے۔ خلافت ظاہری و باطنی بالخصوص انبیاے کرام کی خلافتِ الٰہی پر شاہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ ،ازالۃ الخفاء، فیوض الحرمین وغیرہ میں بحث کی ہے۔

فقال رسول الله ﷺ : "ابسط رجلك" فمسحها فكأنه لم يشتكها قط" (۸۴)۔

ٹوٹ گئی۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"اپنا پیر پھیلاؤ اور پھر آپ نے اسے چھوا ہی تھا کہ وہ ایسا ہو گیا جیسے کبھی زخمی ہی نہ ہوا ہو"۔

ولما اجتمعت الاسباب السماوية علیٰ هزيمة المسلمين يوم أُحد ظهرت رحمة الله ثم من وجوه كثيرة فجعل الواقعة استبصارا فی دينهم وعبرة ، فلم يجعل سببه الا مخالفة رسول الله ﷺ فيما أمر من القيام على الشعب(۸۵) ،و علم الله تعالیٰ نبيه بالانهزام اجمالا فأراه سيفا انقطع و بقرة ذبحت(۸۶)، فكانت الهزيمة و

جب غزوہ احد کے دن مسلمانوں کی شکست پر آسمانی اسباب کا اجماع ہو گیا تو بہت سی صورتوں میں رحمتِ الٰہی کا ظہور ہوا جس نے اس معرکہ کو ان کے دین میں وجہِ بصیرت و عبرت بنا دیا۔اس کا سبب رسول اکرم ﷺ کی مخالفت کو قرار دیا کہ آپ نے ان کو وادی / درہ پر نگرانی کا حکم دیا تھا۔اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو شکست کی اجمالی خبر اس طرح دی تھی کہ (خواب میں) آپ کو ایک تلوار دکھائی گئی جو ٹوٹ گئی اور ایک گائے جو ذبح کر دی گئی۔اسی بنا پر مسلمانوں کی شکست اور صحابہ کی

---

(۸۴) بخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی رافع عبدالله بن ابی الحقيق....؛فتح الباری ، ہفتم ۳۱-۳۲۵۔شاہ ولی اللہ دہلوی کا بیانِ واقعہ ومعجزہ بخاری کی حدیث کی تلخیص ہے۔ بالخصوص حضرت عبداللہ کی زخمی ٹانگ کے ٹھیک ہونے کے بارے میں۔

(۸۵) بخاری، کتاب المغازی ، باب غزوة احد؛فتح الباری، ہفتم ۷۲-۳۳۱؛ابن ہشام، سوم،۵۱-۳: بالخصوص ۱۲-۱۰ ومابعد۔تیر اندازوں کی حکم عدولی کے لئے: حدیثِ بخاری، ۴۰۴۳ ؛فتح الباری ،۴۰-۳۳۶۔

(۸۶) نبوی رویاء صادقہ کے لئے ملاحظہ ہو: ابن ہشام، سوم،۷-۶؛عیون الاثر ، اول،۴۰۷۔

شهادة الصحابة، وجعلها بمنزلة نهر طالوت ميز الله بها المخلصين من غيرهم لئلا يعتمد علىٰ أحد اكثر مما ينبغي۔ (٨٧)

شہادت واقع ہوئی۔اس معرکہ کو اللہ نے نہر طالوت کی مانند بنایا تھا جس کے ذریعہ اخلاص والوں کو غیر مخلصوں سے ممیّز کر دیا تاکہ آپ ﷺ ضرورت سے زیادہ کسی پر اعتماد نہ فرمائیں۔

ولما استشهد عاصم وأصحابه حمتهم الزنابير من الاعادى فلم يبلغوا منهم ما أرادوا (٨٨) ۔

جب حضرت عاصم اور ان کے رفقاء شہید ہوئے تو بھڑوں نے دشمنوں سے ان کی حفاظت کی اور وہ ان کے ساتھ وہ کچھ نہ کر سکے جو وہ چاہتے تھے۔

ولما استشهد القرا ء فی بئر معونة جعل النبی ﷺ يدعو عليهم فی صلاته ، وكان فيه نوع من استعجال البشرية فنبه علىٰ ذلك ، ليكون كل أمره فی الله و بالله و لله، و نزل فی القرآن

جب بئر معونہ میں قراء شہید ہوئے تو نبی ﷺ اپنی نماز میں ان (کے قاتلوں پر) بد دعا کرنے لگے اور اس میں ایک قسم کی بشری عجلت پسندی تھی لہذا آپ کو تنبیہ کی گئی تاکہ آپ کا ہر معاملہ اللہ کی راہ میں اللہ کے واسطہ اور اللہ کے لئے ہو۔ قرآن مجید میں ان (شہداء) کا یہ قول

(٨٧) بخاری، کتاب المغازی ، باب غزوة احد اور مختلف ابواب متعلقہ: فتح الباری، ہفتم، ٤٣١ کی حدیث ٤٠٤٣ میں ستر قتیل کا حوالہ ہے اور شکست کا بھی۔ نیز حدیث حضرت انس ٤٠٤٨: ٤٠٦٧ وغیرہ۔ نہر طالوت کا حوالہ شاہ صاحب نے غزوہ احد کے سلسلہ میں دیا ہے۔ بخاری میں غزوہ بدر (حدیث ٥٩-٣٩٥٨) کے حوالہ سے بھی ہے جو اصحابِ بدر کی تعداد کو مخلصین حضرت طالوت کی تعداد کے برابر بتاتا ہے۔

(٨٨) بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الرجیع......وبئر معونة؛ فتح الباری، ہفتم، ٨٩-٤٧٣؛ ابن ہشام ١٦٣، ٨٩-١٨٨: عیون الاثر، دوم ١٣ ومابعد

مقالتهم:" بلغوا قومنا أنا قد لقينا ربنا فرضي عنا و رضينا عنه" لتتسلىٰ قلوبهم ثم نسخ بعد (٨٩) -

نازل ہوا: "ہماری قوم کو خبر کردو کہ ہم اپنے رب سے ملے تو وہ ہم سے راضی تھا اور ہم اس سے" تاکہ ان کے قلوب کو تسلی اور اطمینان ہو۔ پھر یہ آیت منسوخ ہو گئی۔

ولما احاطت بهم الأ حزاب و حفر الخندق ظهرت رحمة الله بهم من وجوه كثيرة: ردالله كيدهم فى نحورهم ولم يضروا المسلمين شيأ، و بورك فى طعام جابر رضى الله عنه فكفى صاع من شعير و بهمة نحو الف ر جل، وانكشفت قصور كسرىٰ و قيصر فى

جب ان (مسلمانوں) کا محاصرہ احزاب نے کیا اور آپ نے خندق کھودی تو بہت سی صورتوں میں ان پر اللہ کی رحمت ظاہر ہوئی۔ اللہ نے ان کے مکر و فریب کو ان کے منہ پر مار دیا اور وہ مسلمانوں کو ذرا بھی ضرر نہ پہونچا سکے، حضرت جابر کے کھانے میں اتنی برکت دی گئی کہ ایک صاع جو اور ایک بکری کا بچہ لگ بھگ ایک ہزار مردانِ کار کے لئے کافی ہو گیا۔ آپ کے

---

(٨٩) بخاری اور فتح الباری حوالہ جات سابق: بالخصوص فتح الباری، ہفتم ٨٧-٤٨٦: جس نے منسوخ آیت کریمہ کے الفاظ یوں نقل کئے ہیں: " بلغوا قومنا، فقد لقينا ربنا ، فرضي عنا و رضينا عنه"- حضرت انس بن مالک کی حدیث ٤٠٩٥ میں نزولِ آیت، تلاوت اور نسخ کا واضح ذکر ہے۔ نیز ابن ہشام، سوم، ٩٠-١٨٨۔ بعض احادیث میں آیتِ منسوخہ کے دوسرے الفاظ بھی ہیں: ٤٠٩٠- آیت بشری پر تنبیہ ربانی کا ایک حوالہ غزوة احد، باب: ليس لك من الا مر... میں بھی آیا ہے۔ فتح البارى ، ہفتم ٥٦ ٤ وما بعد۔

قد حه الحجر، وبشر بفتحها، وهبت ريح شديدة فى ليلة مظلمة، وألقى الرعب فى قلو بهم فانهز موا(۹۰)	پتھر توڑنے کے دوران کسریٰ و قیصر کے محلات دکھائے گئے اور آپ کو ان کی فتح کی بشارت دی گئی۔ سیاہ گھٹا ٹوپ رات میں تیز آندھی چلی اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا گیا۔
وحاصر قريظة فنزلوا علىٰ حكم سعد رضى الله عنه فأمر بقتل مقاتلتهم وسبى ذر يتهم ، فأصاب الحق (۹۱) ۔	آپ نے قریظہ کا محاصرہ کیا تو وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر اترے۔ انھوں نے ان کے جنگجوؤں کو قتل کرنے اور ان کی اولاد کو غلام بنانے کا حکم دیا او و صحیح فیصلہ کیا۔

---

(۹۰) بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الخندق وهى الا حزاب اور دوسرے متعلقہ ابواب:
فتح الباری، ہفتم ۵۰۸-۴۹۰؛ ابن ہشام، سوم ۳۵-۲۲۹ وما بعد۔
خندق کی کھدائی کے لئے: بخاری کا باب مذکورہ؛ فتح الباری، ہفتم ۴۹۰ وما بعد، باب حفر الخندق؛
احزاب کی ناکامی اور واپسی کے لئے: مذکورہ بالا باب غزوة ا لخندق، فتح الباری، ۴-۵۰۲ وغیرہ؛
حضرت جابر کے کھانے میں برکت کے لئے : فتح الباری ، حدیث ۲-۴۱۰۱: مسلم، کتاب الا شربہ ،
باب جواز....
پتھر توڑنے کے واقعہ اور معجزہ کے لئے: فتح الباری، ۴۹۶۔
تیز ہوا اور دشمن کے مرعوب ہو کر پسپا ہونے کے لئے: فتح الباری، ۴-۵۰۲ وما بعد: نیز ۶-۵۰۵ وما بعد۔

(۹۱) بخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبى ﷺ من الاحزاب و مخرجه الىٰ بنى قريظة...
فتح الباری ، ہفتم ۱۹-۵۰۸ وما بعد: ابن ہشام سوم ۶۱-۲۵۲ وما بعد۔

و كانت للنبى ﷺ رغبة طبيعية في زينب رضى الله عنها فو فر له ذلك حيث كانت فيه مصلحة ، ليعلموا أن حلائل الأ دعياء تحل لهم، فطلقها زوجها، فأنكحها الله نبيه ﷺ (۹۲)۔

نبی ﷺ کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے طبعی رغبت تھی لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس کی تکمیل کا سامان فرمایا کہ اس میں ایک دینی مصلحت بھی تھی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ منہ بولے بیٹوں کی بیویاں ان کے لئے حلال ہیں۔ لہٰذا ان کے شوہر نے ان کو طلاق دے دی اور اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح اپنے نبی مکرم ﷺ کے ساتھ کر دیا۔

وبينا هو يخطب يو م الجمعة اِذ قام اعرابى فقال: " يا رسول الله ! هلك المال، وجاع العيال" فاستسقىٰ، ومافى السماء قزعة ، فماوضع يده حتى

ایک جمعہ کے دن آپ خطبہ دے رہے تھے کہ اس دوران ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا: "یارسول اللہ! مال ومتاع برباد ہوگئے اور بال بچے بھوکے مرگئے"۔ چنانچہ آپ نے بارش کی دعا کی اور اس وقت آسمان میں بادل کا ایک ٹکڑا نہ تھا۔ آپ نے ہاتھ نیچے گرائے بھی نہ تھے

---

(۹۲) بخاری، کتاب التوحید، باب و کان عرشه على الماء؛ حديث ۷۴۲۰: فتح الباری، ۱۳/ ۴-۵۰۳: مسلم، کتاب النکاح، باب زواج زینب۔

حضرت زینب سے طبعی رغبت کا ذکر بہت اہم ہے۔ شاہ صاحب اس سلسلہ میں بعض کمزور روایاتِ سیرت وغیرہ سے متاثر معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن محققین کے نزدیک یہ جزوِ روایت ضعیف ہی نہیں، موضوع اور من گھڑت ہے۔ ان پر بحث کے لئے ملاحظہ ہو: شبلی نعمانی، اول، ۵-۴۴۱-۴۴۳۔

ثار السماء كأمثال الجبال فمطروا حتى خافوا الضرر، فقال: "حوالينا ولا علينا"، لا يشير الىٰ ناحية الا انفرجت۔" (۹۳)

کہ آسمان ایسے ٹوٹ کے برسا جیسے پہاڑوں جیسے ریلے بہہ رہے ہوں۔ وہ بارش سے اتنے سیراب ہوگئے کہ نقصان کا اندیشہ کرنے لگے۔ آپ نے تب فرمایا: "ہمارے اردگرد برسو نہ کہ ہم پر"۔ آپ جس کو نے کی طرف اشارہ کرتے آسمان کھل جاتا۔

وتكرر ظهور البركة فيما برك عليه كبيد ر جابر واقراص ام سليم ونحوها ۔ (۹۴)

جس چیز میں بھی آپ نے برکت کی دعا کی اس میں برکت کا ظہور بار بار ہوا جیسے حضرت جابر کی کھجوروں کے انبار میں اور حضرت ام سلیمؓ کی روٹیوں میں اور اسی قسم کے دوسرے واقعات میں بھی۔

ولما غزا بنی المصطلق ظهرت الملائكة متمثلة فخاف العدو، واتهمت عائشة فی تلك الغزوة فظهرت رحمة الله بتبرئتها واقامة الحد

جب آپ نے بنوالمصطلق سے جہاد کیا تو ملائکہ کا ظہور انسانی صورتوں میں ہوا اور دشمن خوفزدہ ہوگیا۔ اسی غزوہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی اور ان کی براءت کے ساتھ اور جن لوگوں نے ان پر فاحشہ کا الزام لگایا اور اس کی

---

(۹۳) بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة ؛ مسلم، باب صلوٰة الا ستسقاء: فتح الباری ششم ۷۱۸ومابعد، حدیث ۳۵۸۲ اور اس کی تشریح: ابن سعد، اول، ۷۷-۱۷۶۔

(۹۴) بخاری، مذکورہ بالا کتاب وباب، حدیث ۳۵۷۸-۸۰: فتح الباری، ششم ۷۱۶ ومابعد: سید سلیمان ندوی سوم ۶۲-۱۵۱۔

علیٰ من اشاع الفاحشة علیها (۹۵)۔

ولما انکسفت الشمس تضرع الی اللّٰہ ، فانه آیة من آیات اللّٰہ یتر شح عند ها خوف فی قلوب المصطفین ، ورأی فی ذلك الحنة والنار بینه و بین جدار القبلة، وهو ظهور حکم المثال فی مکان خاص (۹۶)۔

اشاعت کی تھی ان پر حد کا اجرا کر کے رحمتِ الٰہی کا ظہور ہوا۔

جب سورج گرہن ہوا تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری کی کیونکہ وہ آیاتِ الٰہی میں سے ایک نشانی ہے جس کے رونما ہونے کے وقت چیدہ لوگوں کے دلوں میں خوفِ الٰہی پیدا ہوتا ہے۔ اسی (نمازِ کسوف) کے دوران آپ نے اپنے اور قبلہ کی دیوار کے درمیان جنت ودوزخ کا مشاہدہ کیا۔ اور وہ ایک مخصوص مقام میں عالمِ مثال کے حکم کا ظہور ہے۔

---

(۹۵) بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ بنی المصطلق؛ فتح الباری، ہفتم، ۷-۵۴۳-۵۴۵؛ نیز باب حدیث الافك: ابن ہشام، سوم ۱۶-۲۱۴۔

شاہ صاحب نے محدثین کرام کی توقیت کے مطابق غزوہ بنی المصطلق کا ذکر غزوہ احزاب کے بعد کیا ہے۔ اہلِ سیر کے نزدیک وہ اس سے پہلے کا واقعہ ہے۔ تنقیدی بحث کے لئے ملاحظہ ہو: خاکسار کا مضمون "محدثینِ کرام کی توقیتِ غزوات وسرایا - ایک تجزیہ" تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، جنوری-مارچ ۱۹۹۷، ۵۳-۲۵۔

(۹۶) بخاری، کتاب الکسوف ، باب صلاۃ الکسوف جماعۃ، مسلم، کتاب الکسوف ، باب ماعرض علی النبی ﷺ فی صلوٰۃ الکسوف: فتح الباری، دوم ۷۰۰-۶۹۶، حدیث ۱۰۵۲ وتشریح۔

عالمِ شہادت میں عالمِ مثال کے احکام اور واقعات کے ظہور کا فلسفہ شاہ ولی اللہ دہلوی کے علمِ اسرارِ دین میں بہت اہمیت کا حامل ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ کے باب عالم المثال کے علاوہ متعدد دوسری تصانیف جیسے سطعات، ہمعات، لمحات، انفاس العارفین، البدور البازغہ وغیرہ میں اس پر مفصل ومدلل بحثیں ملتی ہیں۔

وأر اه الله فی رویاه مایقع بعد الفتح من دخولهم مکة محلقین و مقصرین لا یخافون فرغبوا فی العمرة ولمایان وقتها، وکان ذلك تقریبا من الله للصلح الذی هو سبب فتوح کثیرة، و هم لایشعرون (۹۷)نظیر ذلك ما قالته عائشة رضی اللّٰہعنها فی معارضة ابی بکر و عمر رضی الله عنهما عند موت النبی ﷺ: ان فی کل قول فا ئدة، فرد اللّٰہ المنافقین بقول عمر رضی اللّٰہ عنه وبین الحق بقول ابی بکر رضی اللّٰہ عنه (۹۸) ۔	اللہ تعالیٰ نے آپ کو خواب میں وہ واقعات دکھائے جو فتحِ مکہ کے بعد رونما ہوں گے کہ مسلمان مکہ میں حلق یا قصر کرائے ہوئے بلا خوف و خطر داخل ہوں گے۔ لہذا ان کو عمرہ کا شوق ہوا حالانکہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا تھا۔ دراصل وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس صلح کی تقریب تھی جو بہت سی فتوحات کا سبب بنی، حالانکہ ان کو اس وقت اس کا شعور نہ تھا۔ اس کی نظیر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وہ قول ہے جو انھوں نے وفاتِ نبوی ﷺ کے وقت حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے معارضہ کے باب میں کہا تھا کہ ہر قول میں ایک فائدہ مضمر ہوتا ہے: "اللہ تعالیٰ نے قولِ عمر رضی اللہ عنہ سے منافقین کا رد کیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے قول سے حق واضح کیا"۔

(۹۷)بخاری، کتاب المغازی بباب غزوۃ الحدیبیہ؛ فتح الباری، ہفتم ۱۷-۷ ۵۴؛ ابن ہشام، ۲۹-۳۰۰ ومابعد۔

(۹۸)بخاری، کتاب الجنائز، باب الدخول علی المیت؛ کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ؛ کتاب المناقب، باب مناقب ابی بکر رضی الله عنه؛ فتح الباری، سوم ۵۰-۱۴۶؛ ہشتم، ۸۴-۱۸۲ومابعد؛ ہفتم، ۲۶-۲۵و ۴۲ بالترتیب۔ حضرت عائشہ کے الفاظ یہ ہیں: "فما کان من خطبتهما الا نفع اللّٰہ بها، لقد خوف عمر الناس و اِنّ فیهم لنفاقا فردهم اللّٰہ بذلك" (حدیث۳۶۶۹)۔

فآل الا مر إلى أ ن اجتمع رأى هؤلا، وهؤلاء أ ن يصطلحوا وان كرهه الفئتان(۹۹) ۔ وظهرت هنالك آيات: عطشوا ولم يكن عندهم ماء الا فى ركوة فو ضع عليه السلام يده فيها فجعل الماء يفور من بين أصابعه(۱۰۰)۔ونزحوا ماء الحديبية فلم يتر كو ا فيها قطرة، فبرك عليها فسقوا واستقوا،(۱۰۱) و وقعت بيعة الرضوان معرفة لإخلاص المخلصين (۱۰۲) ۔

انجام کار اِن کی اور اُن کی رائے کا اتفاق اس پر ہوا کہ صلح کرلیں حالانکہ فریقین کو وہ ناپسند تھی۔ یہاں بھی بہت سی آیات کا ظہور ہوا: مسلمان پیاسے ہوئے اور ان کے پاس سوائے ایک برتن کے پانی نہ تھا۔ آپ ﷺ نے اس پر اپنا دستِ مبارک رکھ دیا تو پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے جھرنے کی طرح بہنے لگا۔ مسلمانوں نے حدیبیہ (کے کنوئیں) کا سارا پانی کھینچ لیا کہ اس میں ایک قطرہ تک نہ چھوڑا۔ آپ نے اس میں برکت کی دعا کی تو وہ سب خود بھی سیراب ہوگئے اور جانوروں کو بھی سیراب کرلیا۔ بیعتِ رضوان اس لئے رونما ہوئی کہ مخلصین کے اخلاص کی معرفت عام ہوجائے۔

---

(۹۹) بخاری، کتاب المغازی ، باب غزوة الحديبية؛ فتح الباری، ہفتم ۱۷-۷ ۵۴: ابن ہشام ، ۲۹-۳۵۵ومابعد۔ شاہ صاحب کا آخری جملہ کہ فریقین کو معاہدۂ حدیبیہ ناپسند تھا نہ صرف حقیقت کی ترجمانی کرتا ہے بلکہ ان کے تاریخی شعور کی صحت کا بھی غماز ہے۔

(۱۰۰) بخاری،باب غزوة الحديبيه:فتح الباری، ہفتم، ۵۴-۷ ۵۴-نیز باب علامات النبوة فى الا سلام۔

(۱۰۱) بخاری، مذکورہ بالا: فتح الباری، ششم، ۱۰-۶۰۹ ومابعد؛ باب علامات النبوة فى الا سلام۔

(۱۰۲) بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الحديبيه، باب وقول الله تعالىٰ: رضى الله عن المومنين اذ يبا يعو نك تحت الشجرة" : فتح الباری، ہفتم ۴۹-۷ ۵۴ ومابعد۔

ثم فتح اللّٰہ علیه خیبر فافاء منه علی النبی ﷺ والمسلمین ما یتقوون به علی الجهاد، وکان ابتداء انتظام الخلافة، فصار علیه السلام خلیفة اللّٰهفی الا رض و ظهرت آیات: دسواالسم فی طعامه ﷺ فنبأه اللّٰه،واصابت سلمة ابن الا کوع ضربة فنفث فیها نفثات فما اشتکا ها بعد، وأر اد اَن یقضی حاجته فلم یر شیئا یستتر به فد عا شجرتین فانقادتا، کالبعیر المخشوش ،حتیاذافر غ ر دهما الیٰ موضعهما (۱۰۳)۔

پھر اللہ نے آپ کو فتحِ خیبر سے نوازا اور اس سے نبی ﷺ اور مسلمانوں کو اتنا مال دیا جس سے وہ جہاد کے لئے قوت فراہم کرسکیں۔ یہ خلافت کے انتظام کی ابتدا تھی۔ نبی ﷺ زمین میں اللہ کے خلیفہ بن گئے۔اور آیاتِ الٰہی کا اس موقعہ پر بھی ظہور ہوا۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے کھانے میں زہر ملادیا جس سے اللہ نے آپ کو بروقت باخبر کردیا۔ حضرت سلمہ بن اکوع کو ضربِ کاری لگی تو آپ نے اُن کی چوٹ پر چند پھونکیں ماریں اور پھر اس میں درد نہ رہا۔ آپ نے قضائے حاجت کا ارادہ فرمایا مگر ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی جس سے پردہ کریں لہذا آپ نے دو درختوں کو بلایا اور وہ دونوں نکیل پڑے اونٹ کی مانند تعمیل حکم میں آگئے۔جب آپ فارغ ہوگئے تو دونوں کو ان کے مقام پر لوٹادیا۔

(۱۰۳) بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر؛فتح الباری، ۸م، ۶۲۳-۵۷۸؛ابن ہشام، سوم ۹۰-۸۷ ۳ومابعد۔ اموالِ غنیمت کی کثرت کے لئے:فتح الباری ، ہفتم ۱۱-۶۱۰ ومابعد؛ روایاتِ سیرت وحدیث کے مجموعی مطالعہ کے لئے خاکسار کی کتاب: "غزواتِ نبوی کی اقتصادی جہات"(۷ھ /۲۹-۶۲۸ء کی مہمیں)، ادارہ مطالعات اسلامی، علیگڑھ ۱۹۹۹ء، متعلقہ باب۔ انتظامِ خلافت اور رسول اکرم ﷺ کے خیبر کے غزوہ کے بعد "خلیفة اللّٰہ فی الارض" ہونے کا نظریۂ شاہانہ صرف بہت اہم ہے بلکہ اسلامی تاریخ کو اس کے صحیح تناظر میں دیکھنے کا طریقہ بھی ہے۔زہر آلود کھانے کے لئے: بخاری مذکورہ بالا، باب الشاۃ التی سمت للنبی ﷺ،(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ولما ار ادا المحاربی أن يسطو بالنبی ﷺ القی اللّٰہ علیه الرعب فربط یده (۱۰۴)۔

جب محاربی نے نبی ﷺ کے ساتھ زیادتی کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر رعب طاری کر دیا اور اس کا ہاتھ باندھ دیا۔

ثم نفث اللّٰہ فی روعه ما انعقد فی الملاء الاعلیٰ من لعن الجبابرة وازالة شوکتھم، وابطال رسومھم فتقرب الی اللّٰہ بالسعی فی ذلك، فکتب الیٰ قیصر و کسریٰ وکل جبارعنید، فأساء کسری الادب فدعاعلیه فمزقه

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلبِ مبارک میں وہ امر القاء فرمایا جو ملاءِ اعلیٰ میں طے ہو چکا تھا کہ جابر حکمرانوں پر لعنت کی جائے اور ان کی شان و شوکت زائل اور ان کی رسوم باطل کی جائیں۔ اس باب میں آپ نے اپنی جہد و سعی سے تقربِ الٰہی حاصل کیا اور قیصر و کسریٰ اور تمام جابر و سرکش حکمرانوں کے نام فرامین بھیجے۔

حدیث ۴۲۴۹؛ فتح الباری، ہفتم ۲۳-۶۲۲؛ ابن سعد، اول، ۱۷۲؛۔ حضرت سلمہ بن اکوع کے زخمی ہونے اور معجزۂ نبوی سے ٹھیک ہونے کے لئے: فتح الباری، ہفتم ۵۹۲، حدیث ۴۲۰۶ ومابعد۔ درخت کے معجزہ کے لئے: مسلم، حدیثِ حضرت جابر بحوالہ سید سلیمان ندوی، سوم، ۶۱۹۔

(۱۰۴) بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة ذات الرقاع، حدیث ۳۶-۴۱۳۵؛ فتح الباری، ہفتم، ۳۴-۵۳۱۔ اس غزوہ کے زمانے میں غورث بن حارث محاربی نے موقع پا کر رسول اکرم ﷺ پر تلوار سونت لی اور پوچھا کہ آپ کو اب کون بچائے گا۔ آپ کے اطمینان و اعتماد بھرے جواب کہ "اللہ بچائے گا" سے وہ اس قدر مرعوب ہوا کہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔

شاہ صاحب کی محدثینِ کرام کی توقیتِ غزوات سے اثر پذیری یہاں بھی واضح ہے کہ انھوں نے محدثین کے نظریہ کے مطابق اس غزوہ کا ذکر غزوہ خیبر کے بعد کیا ہے۔ اہلِ سیر کے نزدیک یہ غزوہ پہلے کا واقعہ اور ۵ھ / ۶۲۶ء کا وقوعہ ہے۔ ان کے نقطۂ نظر کے لئے ملاحظہ ہو: خاکسار کا مضمون مذکورہ بالا بر توقیتِ غزوات۔

الله کل ممزق (۱۰۵)۔

کسریٰ نے بے ادبی کی تو اس پر آپ نے بددعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو پارہ پارہ کر دیا۔

وبعث ﷺ زیدا، و جعفرا، و ابن رواحة الیٰ موتة، فانکشف علیه حالهم فنعاهم علیه السلام قبل أنْ یاتی الخبر(۱۰۶)۔

آپ ﷺ نے حضرات زید، جعفر اور (عبد اللہ) ابن رواحہ کو موتہ روانہ فرمایا۔ نبی علیہ السلام کے پاس خبر آنے سے قبل ان کے حال کا کشف آپ کو ہوا اور آپ نے ان کی موت کی خبر دے دی۔

ثم بعث اللّٰه تقریباً بفتح مکة بعد ما فرغ من جهاد احیاء العرب فنقضت قریش عهودها وتعاموا، وأراد حاطب ان یخبرهم فنبأ الله بذلك رسوله و فتح مکة ولو کره الکافرون،

آپ ﷺ کے قبائلِ عرب کے ساتھ جہاد سے فارغ ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فتحِ مکہ کی تقریب پیدا فرما دی کہ قریش نے سارے معاہدے توڑ ڈالے اور سرکشی اختیار کی۔ حضرت حاطب نے چاہا کہ قریش کو باخبر کر دیں مگر اللہ نے اس کی اطلاع اپنے رسول کو دے دی اور آپ نے مکہ فتح کر لیا خواہ کافروں کو شاق گذرے،

---

(۱۰۵) بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة تبوك/کتاب النبی ﷺ الیٰ کسریٰ و قیصر؛ فتح الباری، ہشتم، ۱۲۲-۱۵۸؛ نیز کتاب العلم، کتاب اللباس، ابواب الخاتم، کتاب بدء الوحی، کتاب الجهاد متعدد ابواب و فتح الباری کے متعلقہ مباحث؛ ابن ہشام، چہارم ۸۰-۸۷۲؛ ابن سعد، اول ۹۲ - ۲۵۸۔

(۱۰۶) بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة موتة من ارض الشام؛ فتح الباری، ہفتم، ۴۴-۶۳۹، حدیث ۴۲۶۲ و مابعد؛ ابن ہشام، سوم، ۴۰-۴۲۷ و مابعد۔

وادخل عليهم الا سلام من حيث لم يحتسبوا (۱۰۷)۔

ولما التقى المسلمون والكفار يوم حنين، و كانت لهم جو لة استقام رسول اللهﷺ واهل بيته اشد استقامة ورماهم بتراب فبو رك فى رميه، فماخلق الله منهم إنسانا الا ملأ عينيه ترابا، فولوا مدبرين، ثم اُلقى اللهسكينة علىٰ المسلمين فاجتمعوا واجتهدوا حتى كان الفتح۔و قال لرجل يدعى الاسلام وقاتل اشد ا لقتال : " هومن اهل النار" فكاد بعض الناس يرتا ب

اور اہلِ مکہ پر اس طرح اسلام داخل کیا جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا۔

غزوۂ حنین میں جب مسلمانوں اور کافروں کا مقابلہ ہوا اور مسلمانوں کو ایک جھٹکا لگا تو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اہل بیت پوری طرح ثابت قدم رہے۔اور آپ نے ان (دشمنوں) پر خاک پھینکی اور آپ کی خاک اندازی میں اتنی برکت دی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان دشمنوں میں جو بھی انسان پیدا فرمایا تھا اس کی دونوں آنکھیں خاک سے بھر گئیں اور وہ پیٹھ دکھا کر بھاگ نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر سکینت نازل کی لہذا وہ اکٹھا ہوگئے اور جہاد آزما ہوئے تا آنکہ فتح ملی۔ آپ ﷺ نے ایک شخص کے لئے جو اسلام کا دعویٰ کرتا تھا اور جس نے سخت جنگ کی تھی فرمایا کہ "وہ دوزخیوں میں سے ہے"۔ بعض لوگوں کو

---

(۱۰۷) بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الفتح فی رمضان؛ فتح الباری، ہفتم، ۵۳-۶۴۹ ؛ ہشتم، ۳۴-۱ ومابعد :ابن ہشام، چہارم، ۲۶-۱ ومابعد۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ لخمی بدری رضی اللہ عنہ کے واقعہ کے لئے :بخاری، کتاب الحهاد، باب الحاسوس ؛ كتاب المغازی، باب فضل من شهد بد را؛ کتاب استتابة المرتدین وغیرہ؛ مسلم، كتاب الفضائل،باب فضائل اهل بدر۔

ثم ظهر انه قتل نفسه (۱۰۸)۔

آپ کے فرمان کے بارے میں شبہ ہونے لگا پھر ظاہر ہوا کہ اس نے خودکشی کرلی۔

و سحر النبی ﷺ فدعا الله أن يكشف عليه جلية الحال فجاءه فيما يراه رجلان وأخبراه عن السحر والساحر(۱۰۹) -

نبی ﷺ پر جادو کیا گیا لہذا آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ آپ پر حقیقت حال واضح فرمادے۔ تو آپ کو خواب میں دو شخص دکھائے گئے اور انھوں نے آپ کو جادو اور جادوگر دونوں کے بارے میں باخبر کیا۔

---

(۱۰۸) بخاری، کتاب المغازی، باب قول الله تعالیٰ: ویوم حنین اذ اعجبتکم کثر تکم.... وغیرہ متعدد ابواب ومباحث: فتح الباری، ہشتم ۵۲-۴ بالخصوص: ابن ہشام، چہارم، ۹۲-۶۵ ومابعد۔ اہلِ بیت کے ثابت قدم رہنے کا تصور شاہ حدیث ۱۷-۳۱۶۴ وغیرہ کی بنیاد پر ہے جس میں حضرت سفیان بن حارث ہاشمی اور حضرت عباس بن عبدالمطلب ہاشمی کی ثابت قدمی کا ذکر ہے۔ لیکن صرف ان کا ذکر خطرناک نتائج تک لے جاسکتا ہے۔ صابر و ثابت قدموں میں اور بھی صحابہ کرام شامل تھے۔ خاک پھینکنے کے معجزہ کے لئے: مسلم، کتاب الجهاد و السیر، باب غزوة حنین۔ دوزخی مجاہد کے لئے: بخاری، کتاب الجهاد، باب إنّ الله ليؤيد الدين بالرجل الفاجر؛ کتاب المغازی، باب غزوہ خیبر حدیث ۴۲۰۴: فتح الباری، ہفتم ۵۸۸ ومابعد۔ موخر الذکر حدیث سے یہ غزوہ خیبر کا واقعہ معلوم ہوتا ہے۔

(۱۰۹) بخاری، کتاب الطب، ۴۷... باب السحر، حدیث ۵۷۶۳: فتح الباری، دہم، ۲۷۲، نیز ۸۵-۲۷۸؛ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ آپ ﷺ پر لبید بن عاصم زرقی نے سحر کیا تھا لیکن اس کا اثر دیرپا نہیں رہا۔

وأتاه ذوالخويصرة فقال:" يا رسول الله ! اعدل"، فانكشف عليه حاله و حال قومه، فقال ﷺ: " يقاتلون خير فرقة من الناس ،آيتهم رجل أسود، احد عضديه مثل ثدى المرأة" ۔فقا تلهم عليّ رضى الله عنه و وجد الوصف كما قال (۱۱۰) ۔

ذوالخویصرہ نامی شخص خدمت نبوی میں آیا اور عرض پرداز ہوا: "یا رسول اللہ ! انصاف کیجئے۔" آپ ﷺ پر اس کا اور اس کی قوم کا حال منکشف ہوا اور آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ لوگ مسلمانوں کے بہترین فرقہ سے جنگ کریں گے۔ ان کی نشانی ایک سیاہ فام شخص ہو گا جس کے دو بازوؤں میں سے ایک بازو عورت کے پستان کے مانند ہو گا"۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے جہاد کیا تو وہی وصف پایا جو آپ نے بیان فرمایا تھا۔

و دعا لا م ابى هريرة فآمنت فى يومها (۱۱۱) ۔وقال عليه السلام يوما: "لم يبسط احد منكم ثوبه حتى أقضى

آپ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ کی والدہ کے لئے دعا کی اور وہ اسی دن ایمان لے آئیں۔ نبی علیہ السلام نے ایک دن فرمایا: "تم میں سے جس کسی نے اپنا دامن میرے مقالہ / خطبہ کے ختم ہونے تک

---

(۱۱۰) بخاری، کتاب المغازی، باب بعث علی بن ابی طالب؛ باب علامات النبوۃ فی الاسلام کے علاوہ کتاب التوحید، کتاب احادیث الانبیاء باب قصۃ عاد، کتاب استتابۃ المرتدین: مسلم، کتاب الزکوٰۃ ،باب ذکر الخوارج وصفاتھم۔ حدیث میں شخص مذکور کا نام ذوالخویصرۃ التمیمی صراحت کے ساتھ علامات النبوۃ میں آیا ہے:فتح الباری، ہفتم ۸۷-۸۴، حدیث ۴۳۵۱، ششم ،۷۵-۷۵۴ حدیث ۳۶۱۰۔

(۱۱۱) مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل ابی ہریرۃ۔

مقالتی هذه ثم یجمعه الیٰ صدره فلاینسی من مقا لته شیئا ابدا"، فبسط ابوهریرة فمانسی منها شیًا (۱۱۲)۔

پھیلائے رکھا پھر اسے اپنے سینہ سے چمٹالیا تو آپ کے خطبہ سے کوئی چیز کبھی نہ بھولے گا"۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ نے دامن پھیلادیا اور اس میں سے کبھی کچھ نہ فراموش کیا۔

وضرب علیه السلام بیده علی صدر جریر، وقال: "اللّٰهم ثبته"، فما سقط عن فرسه بعد، وکان لایثبت علی الخیل (۱۱۳) ۔وارتد رجل عن دینه فلم تقبله الارض (۱۱۴)۔ وکانٗ علیه السلام یخطب مستندا الیٰ جذع، فلما صنع له المنبر واستویٰ علیه صاح

نبی علیہ السلام نے اپنا دستِ مبارک حضرت جریر کے سینہ پر مارااور فرمایا: "اے اللہ ! اس کو ثبات عطافرما"۔ وہ اس کے بعد اپنے گھوڑے سے کبھی نہیں گرے حالانکہ پہلے وہ گھوڑے کی پشت پر جم کر بیٹھ نہ پاتے تھے۔ایک شخص اپنے دین سے مرتد ہو گیاتو زمین نے اسے قبول نہیں کیا۔ نبی علیہ السلام ایک کھجور کے تنہ سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔جب آپ کے لئے منبر بنایا گیا اور آپ اس پر چڑھے تو وہ کھجور کا تنہ آہ وبکا کرنے لگا حتی کہ آپ نے اس کو

---

(۱۱۲) بخاری، کتاب العلم ، باب حفظ العلم، حدیثِ حضرت ابو ہریرہ؛ مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل ابی هریرة نیز بخاری، کتاب المناقب ، ۲۸ –باب (بلاترجمه)، حدیث۳۶۴۸؛ فتح الباری، ششم ۷۷۳ومابعد۔

(۱۱۳) مسلم، کتاب الفضائل ، باب فضائل جریر بن عبدالله بجلی بحوا لہ سید سلیمان ندوی، سوم،۴۸-۶۴۷۔

(۱۱۴) بخاری، کتاب المناقب ، باب علامات ا لنبوة فی الا سلام؛ فتح الباری، ششم،۶۲۶-۶۲۷، حدیث ۳۶۱۷-ایک نصرانی مسلمان ہوا تو کاتبِ نبوی بنالیا گیا مگر وہ پھر مرتد ہو گیا۔ مرنے کے بعد اسے زمین نے قبول نہیں کیا تو لاش زمین کے اوپر ہی ڈال دی گئی۔

حتى اخذه و ضمه (۱۱۵)۔ور كب فرسا بطيئا و قال: "وجدنا فرسكم هذا بحرا"، فكان بعد ذلك لا يجارى (۱۱٦)۔

پکڑ کر اپنے سینہ سے چمٹا لیا۔ آپ ﷺ نے ایک ست رو گھوڑے پر سواری کی اور فرمایا: "ہم نے تمہارے اس گھوڑے کو دریا کی مانند پایا"۔ اس کے بعد اس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

ثم أحكم الله دينه و تواردت الوفود و تواترت الفتوح، و بعث العمال على القبائل و نصب القضاة فى البلا د، وتمت الخلافة (۱۱۷)۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا دین محکم کر دیا اور پے در پے وفود آئے اور متواتر فتوحات ہوئیں۔ اور آپ نے قبائل میں عمال اور ممالک و علاقہ جات میں قضاۃ مقرر فرمائے اور خلافت کی تکمیل ہو گئی۔

---

(۱۱۵) بخاری، کتاب المناقب ، باب علامات النبوة..... فتح الباری، ششم ۷۳۵ و مابعد: سلیمان ندوی، سوم ۱۵-۶۱۴۔

(۱۱٦) بخاری، کتاب الجهاد ، باب المركوب على الدابة...... باب علامات النبوة، ابن سعد، اول ۱۸۸: نیز سلیمان ندوی، سوم، ٦۲۳۔

(۱۱۷) ابن سعد، اول، ۳۰۹-۲۹۱ وفود وغیرہ کے لئے: ابن ہشام، چہارم، ۲۹-۲۲۱ و مابعد ، ٦۷-۲٦۰: ۷۲-۷۱ ۲ وغیرہ: عیون الاثر، دوم ۳۲۰-۲۷۷ نیز ملاحظہ ہو: شبلی نعمانیؒ، دوم، باب تاسیس حکومت الٰہی: خاکسار کی کتاب "عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت" (انگریزی) ادارہ ادبیات دہلی ۱۹۸۷ء: واسلامک پبلیکیشنز لاہور ۱۹۸۸ء: (اردو) قاضی پبلشرز نئی دہلی ۱۹۸۸ء، "عہد نبوی کا نظام حکومت" ادارہ تحقیق و تصنیف، علی گڑھ ۱۹۸۹ء: الفیصل پبلشرز لاہور، ۱۹۸۹ء۔ شاہ صاحب کا نظریۂ اتمامِ خلافت بہت اہم ہے۔ مزید بحث کے لئے ملاحظہ ہو: حجۃ اللہ البالغہ میں فصل خلافت اور ازالۃ الخفاء میں مباحثِ خلافتِ عامہ و خلافتِ خاصہ و خلافتِ راشدہ وغیرہ۔

فنفث فی روعه ﷺ أن یخرج الی تبوك لیظهر شوكته علی الروم، فینقادله اهل تلك الناحیة، وكانت تلك الغزوة فی وقت الحر والعسرة، فجعلها الله تمییزا بین المومنین حقا والمنافقین (۱۱۸)۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلبِ مبارک میں القاء کیا کہ تبوک کی جانب روانہ ہوں تاکہ رومی سلطنت پر آپ کی شان و شوکت ظاہر ہو اور اس علاقہ کے لوگ آپ کے فرمانبردار بنیں۔ یہ غزوہ گرمی اور تنگی کے زمانے میں رونما ہوا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کو سچے مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان علامتِ تمیز بنادیا۔

ومر علیه السلام علی حدیقة لامرأة فی وادی القریٰ فخرصها وخرصها الصحابة رضی الله عنهم فكان كما قال علیه السلام (۱۱۹) ۔ ولما وصل الی دیار حجر نهاهم عن میاهه تنفیراعن محل اللعن۔(۱۲۰)

اور نبی علیہ السلام وادی القریٰ میں ایک عورت کے باغ سے گذرے تو اس کی پیداوار کا تخمینہ لگایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی لگایا۔ اور اس کی اصل پیداوار آپ کے فرمان کے مطابق نکلی۔ اور جب آپ حجر کے علاقہ میں پہونچے تو آپ نے اس کے چشموں اور پانیوں سے لوگوں کو روک دیا تاکہ ان کو مقامِ لعنتِ الٰہی سے نفرت ہو۔

---

(۱۱۸) بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ تبوک؛ فتح الباری، ہشتم، ۵۸-۱۳۸؛ ابن ہشام، چہارم، ۹۴-۱۶۹۔

(۱۱۹) بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب خرص التمر، کتاب المغازی؛ مسلم، کتاب الفضائل، باب فی المعجزات۔

(۱۲۰) مسلم، کتاب الفضائل، باب فی المعجزات؛ بخاری، کتاب المغازی، باب نزول النبی ﷺ الحجر، فتح الباری ہشتم، ۱۵۷ ومابعد۔

ونها هم ليلة أن يخرج احد فخرج رجل فألقته الريح بجبلى طئى (١٢١) ۔و ضل له ﷺ بعير، فقال بعض المنافقين: "لو كان نبيا لعلم أين بعيره"، فنبأه الله بقول المنافق وبمكان البعير (١٢٢)۔

ایک رات آپ ﷺ نے ممانعت فرمائی کہ کوئی شخص باہر نہ نکلے مگر ایک شخص باہر نکل گیا تو تیز ہوا نے اسے قبیلہ طے کے دو پہاڑوں پر لا پٹکا- آپ ﷺ کا ایک اونٹ گم ہو گیا، تو کسی منافق نے کہا: "اگر آپ نبی ہوتے تو جان لیتے کہ آپ کا اونٹ کہاں ہے"؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافق کے قول اور گم شدہ اونٹ کے مقام سے باخبر کر دیا۔

وتخلف ناس من المخلصين زلة منهم، ثم ضاقت عليهم الارض بما رحبت، فعفا الله عنهم (١٢٣) ۔ وألقى ملك أيلة فى اسر خالد من حيث لم يحتسب (١٢٤) ۔

بعض مخلص مسلمان کوتاہی سے غزوہ میں شریک نہیں ہوئے۔ پھر جب ان پر زمین اپنی کشادگی کے باوجود تنگ ہو گئی تو اللہ نے ان کو معاف کر دیا۔ اور شاہِ ایلہ کو حضرت خالد کی قید میں اس طرح لا ڈالا کہ اس کا گمان بھی اس کو نہ ہو سکا تھا۔

---

(١٢١) مسلم، کتاب الفضائل، باب فی المعجزات۔

(١٢٢) روایتِ بیہقی وابو نعیم بحوالہ ادریس کاندھلوی، سوم، ٩٢- موخر الذکر نے حوالہ کی دوسری تفصیلات نہیں دی ہیں۔

(١٢٣) بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث بن مالک؛ فتح الباری، ہشتم ٥٧-١٤١؛ ابن ہشام، چہارم، ١٩٣ وغیرہ۔ تین مخلص مسلمان / صحابہ کرام- حضرات کعب بن مالک خزرجی، ہلال بن امیہ واقفی، مرارۃ بن الربیع اوسی- محض کاہلی اور کوتاہی سے شریکِ غزوہ نہ ہوئے۔ ان کو تادیب کی گئی اور پھر ان کی توبہ قبول کر لی گئی- فتح الباری ٨/ ٥٠-١٣٩۔

(١٢٤) بخاری، کتاب الزکوۃ، باب خرص التمر؛ کتاب فرض الخمس، باب اذا دعا الامام؛ مسلم کتاب الفضائل، باب فی المعجزات؛ ابن ہشام، چہارم، ٨٠-١٦٩ ومابعد۔

فلما قوى الا سلام و دخل الناس فی دین اللّٰہ افواجا، اوحی اللّٰہ الیٰ نبیه أن ینبذ عهد کل معاهد من المشرکین، و نزلت سورة براء ة (۱۲۵)_واراد المبا هلة من نصاریٰ نجران فعجزوا واختاروا الجز یة (۱۲۶)

پھر جب اسلام طاقتور ہو گیا اور لوگ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو وحی ارسال کی کہ مشرکین میں سے ہر معاہدہ والے کا معاہدہ فسخ کر دیں۔ اور سورۂ براء ت نازل ہوئی۔اور آپ نے نجران کے نصاریٰ سے مباہلہ کا ارادہ کیا تو وہ پیچھے ہٹ گئے اور جزیہ اختیار کر لیا۔

ثم خرج الی الحج و حضر معه نحو من مائة الف و اربعة عشرین الفا فأراهم مناسك الحج، ورد تحریفات الشرك (۱۲۷)۔

پھر آپ ﷺ حج کے لئے روانہ ہوئے اور آپ کے ساتھ تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمان شریک ہوئے۔ آپ نے ان کو مناسکِ حج دکھائے اور سکھائے اور شرک کی تحریفات مٹائیں۔

ولما تم امر الا رشاد و اقترب أجله بعث اللّٰہ جبرائیل فی صورة رجل

اور جب کارِ نبوت و ارشاد مکمل ہو گیا اور آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو

---

(۱۲۵) سورۂ توبہ اور سورہ نصر اور ان کی تفاسیر ؛ابن ہشام، چہارم ۴-۲۰۱۔

(۱۲۶) بخاری، کتاب المغازی، باب قصة اهل نجران؛ فتح الباری، ہشتم، ۱۹-۱۱۷؛ مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل علی۔

(۱۲۷) بخاری، کتاب المغازی، حجة الوداع؛ فتح الباری، ہشتم، ۳۷-۱۲۹؛ ابن ہشام، چہارم ۷۸-۲۷۲۔

يراه الناس فسأل النبى عن الايمان، والاسلام ، والاحسان، والساعة، فبين النبى ﷺ، وصدقه جبرائيل ليكون ذلك كالفذلكة لدينه (۱۲۸) ۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کو ایک مردِ بزرگ کی صورت میں بھیجا کہ سب لوگ ان کو دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے نبی ﷺ سے ایمان، اسلام، احسان اور قیامت کے بارے میں سوالات کئے اور نبی ﷺ نے ان کی وضاحت کی اور جبرائیل نے آپ کی تصدیق کی تاکہ آپ کے دین کو سند و اعتبار مل جائے۔

ولما مرض لم یزل یذکر الرفیق الاعلیٰ ، و یحن الیھم حتی توفاه اللّٰه (۱۲۹)۔

جب آپ ﷺ بیمار ہوئے تو برابر رفیقِ اعلیٰ کا ذکر کرتے رہے اور ان سے ملاقات کا اشتیاق ظاہر کرتے رہے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی۔

---

(۱۲۸) بخاری، کتاب الایمان؛ کتاب التفسیر، سورہ لقمان، ۳۲؛ مسلم، کتاب الایمان۔

(۱۲۹) بخاری، کتاب المغازی، وفاۃ النبی ﷺ؛ فتح الباری، ہشتم، ۹۰-۱۸۸ومابعد؛ ابن ہشام، چہارم، ۳۶-۳۲۰ ومابعد، بالخصوص ۴۵-۳۴۱۔

ثم تكفل امر ملته فنصب قوما لايخافون لومة لائم فقا تلوا المتنبئين، والروم والعجم، حتى تم امر الله و وقع وعده (۱۳۰)۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی ملت کے کام کا بیڑا اٹھایا اور ایسی قوم کو مقرر فرمایا جو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ انھوں نے جھوٹے نبیوں، رومیوں اور عجمیوں سے جہاد کیا، یہاں تک کہ اللہ کا امر و حکم پورا ہو گیا اور اس کا وعدہ ایفا ہو گیا۔

صلی اللہ علیه وعلیٰ آله و اصحابه وسلم

اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر درود وسلام بھیجے اور برکت نازل فرمائے

---

(۱۳۰) خلافتِ راشدہ کو خلافتِ نبوی اور نبوتِ محمدی کی تکمیل کا نظریہ شاہ صاحب نے پیش کیا ہے جس کے مطابق خلافتِ راشدہ نہ صرف علیٰ منہاج النبوۃ تھی بلکہ وہ رسول اکرم ﷺ کی نبوتِ ربانی وخلافتِ الٰہی کی تکمیل تھی اور اس طرح خلافتِ راشدہ بھی آفاقی، ابدی اور اسوہ اسلامی قرار پاتی ہے: ملاحظہ ہو: ابن ہشام، چہارم، ۴۰-۳۳۵۔ مکمل بحث کے لئے شاہ صاحب کی معرکہ آرا تصنیف ازالۃ الخفاء کا باب خلافتِ راشدہ۔

جزودوم

(الف) تحلیل

(ب) تجزیہ

(ج) تنقید

تحلیل و تجزیہ

مختصر فصل سیرت

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کی سیرت نگاری کے تحلیل و تجزیہ میں سب سے بنیادی اور اہم نکتہ یہ ہے کہ وہ کوئی باقاعدہ، فنی اور اصولی سیرت نگار نہیں تھے، اور نہ ان کی فصل سیرتِ نبوی کوئی باقاعدہ، مرتب و منظم کتاب سیرت ہے۔ یہ صحیح ہے کہ انہوں نے مدحیہ قصیدہ یا نعتِ نبوی لکھی ہے، امام ابن سید الناس کی تلخیص سیرت۔نور العیون۔ کا فارسی ترجمہ کیا ہے، اپنی تصانیف میں جا بجا سیرتِ نبوی سے متعلق مواد فراہم کیا ہے، واقعاتِ سیرت اور کوائفِ حیات سے استدلال و استناد کیا ہے، اور تاریخِ اسلامی، فکرِ دینی اور فلسفۂ الٰہیات کے حوالے سے سیرتِ نبوی کے مختلف پہلوؤں سے تعرض کیا ہے۔ چونکہ وہ ایک عظیم ترین مفکرِ اسلامی، فلسفہ سازِ دینی اور ماہرِ علمِ اسرارِ الٰہی تھے، لہذا ان کی منتشر و بے منصوبہ نگارشاتِ سیرت میں بھی ایک انفرادی شان، نادر رفعت اور متنوع وسعت پائی جاتی ہے (۱۳۱)۔

---

(۱۳۱) مدحیہ قصیدہ عربی میں ہے اور اس کا عنوان ہے: "اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم"۔ یہ قصیدہ بائیہ ہے، اسی کے ساتھ تین مزید قصیدے: ہمزیہ، تائیہ اور لامیہ بھی ہیں۔ مطبع مجتبائی دہلی سے ۱۳۰۸ھ میں شائع ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو: رحیم بخش، حیات ولی، مکتبہ سلفیہ، لاہور ۱۹۵۵ء، عبد الحی حسنی، الثقافۃ الاسلامیہ فی الھند، دمشق ۱۹۵۸ء، محمود احمد برکاتی، شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان، نئی دہلی ۱۹۹۲ء، نسیم احمد فریدی، نادر مکتوبات حضرت ولی اللہ دہلوی، پھلت ۱۹۹۸ء، ۷-۹۔ امام ابن سید الناس کی تلخیص / رسالہ سیرت نور العیون کا عربی سے فارسی میں ترجمہ کیا تھا اور عنوان رکھا "سرور المخزون فی سیر الامین المامون"، مطبوعہ ۱۲۵۶ھ، دار الاشاعت کراچی، ۱۳۵۸ھ۔ اس کے کئی اردو ترجمے بھی کئے گئے۔ شاہ صاحب نے یہ فارسی ترجمہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں (۱۱۱۱-۱۱۹۰/ ۱۷۰۰-۱۷۸۱) کی فرمائش و حکم پر کیا تھا۔ سیرتِ نبوی سے مختلف کتب و رسائل میں استدلال و استناد کے لئے حجۃ اللہ البالغہ، ازالۃ الخفاء، ترجمہ قرآن مجید وغیرہ کے چند مباحث کا مطالعہ ہی کافی ہے۔ ویسے یہ ایک عمدہ تحقیق کا موضوع بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ بطور مثال حجۃ اللہ البالغہ میں نماز، زکوۃ، صیام اور حج کے ابواب کے علاوہ بعض دوسرے معاملات سے متعلق سیرت و سنتِ نبوی سے استدلال کیا گیا ہے۔

کتاب حجۃ اللہ البالغہ کا "بابِ سیر النبی ﷺ" ان کی عظیم ترین تصنیف کا محض ایک باب ہے۔ اور وہ بھی غالبًا ایک ثانوی نوعیت کا باب، کیونکہ وہ کتاب کے بنیادی موضوع کے حاشیہ پر رکھا گیا ہے اور "ابواب شتّٰی" کا جزو ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مصنفِ علام نے اس بابِ عالی مقام کو تمامتر عقیدت و محبت کے باوجود کتابِ مستطاب کے بنیادی نظام میں سمونے اور اس کے نکات و تفصیلات کو آمیز کرنے کی کوشش نہیں کی۔ حتیٰ کہ وہ اس باب کے مجموعہ کو کوئی ایک جامع ابواب قسم کا نام و عنوان بھی نہیں دے سکے (۱۳۲)۔

یہاں یہ مسئلہ زیرِ بحث نہیں ہے اور غالبًا ہونا بھی نہیں چاہئے کو مؤلفِ حجۃ اللہ البالغہ نے سیرتِ نبوی کو اپنے بنیادی مباحث اور فلسفہ اسرارِ دین و علمِ رموزِ شریعت کے محوری ابواب میں کیوں نہیں آمیخت کیا، کیونکہ ہر مؤلفِ کتاب اور مصنفِ تحریر کا زاویۂ نگاہ، محرابِ خیال اور نقطہ فکر مختلف ہی نہیں منفرد بھی ہوتا ہے۔ وہ بڑے غور و فکر، سوچ بچار اور امعان و خوض کے بعد اپنی نگارش کا خاکہ بناتا، اس کی جزئیات طے کرتا، اس کے کلیدی مباحث کو منظّم کرتا اور اس کے حاشیہ جاتی اور ضمنی پہلوؤں کا مقام و مرتبہ متعین کرتا ہے۔

---

(۱۳۲) ایک قیاس یہ ہے کہ شاہ صاحب شائد نور العیون کے فارسی ترجمہ کے وقت سیرتِ نبوی کا ایک عربی ملخص تیار کرنے کے اچانک خیال سے متاثر ہوئے۔ حجۃ کی تسوید و تبییض کے وقت یہ بابِ عالی مرتبت ان کے ذہن میں بھی آیا اور انہوں نے اس کو کتابِ مستطاب کے مزاج اور آہنگ سے ہم آمیز کر کے لکھ ڈالا مگر وسیع تر موضوع کتاب - اسرارِ دین و شریعت - کے تصنیفی نظام میں اسے سمو نہ سکے۔ بالعموم ایسے مختصراتِ سیرت طلبہ و علماء اور شیفتگانِ نبوی کے حفظ کے لئے تیار کئے جاتے تھے۔

شاہ صاحب کی فکر و نظر، تفکر و تعقل اور تخیل و تعمق نے سیرتِ نبوی کو علمِ اسرار دین کے خاکے میں کلیدی مضمون کا مقام نہیں دیا۔ لیکن بہر حال یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان کا "باب سیر النبی ﷺ" ان کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کا ایک باب، ایک فصل اور ایک جزو ہے، خواہ وہ اواخرِ کتاب میں آیا ہو اور ابوابِ پراگندہ کا حصہ ہو(۱۳۴)۔

مختصراتِ سیرت کی کڑی

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہ ولی اللہ دہلوی اپنے پیشرو سیرت نگاروں کے ایک اہم فنی رجحان اور مفید تکنیکی طریقہ - تلخیص نگاری - سے متاثر ہوئے ہوں۔ اسے مختصر سیرتِ نبوی کا عنوان بھی دیا جاتا ہے۔ اور بہت سے اہم سیرت نگاروں نے مختصراتِ سیرت تصنیف بھی کئے۔ ان میں سے متعدد ایسے بھی ہیں جنھوں نے طویل و مفصل کتبِ سیرت کے علاوہ تلخیصات بھی تیار کیں: کبھی اپنی کتابِ مفصل کی اور کبھی دوسروں کے شاہکار کی اور کبھی پورے ذخیرۂ سیرت کے موادِ مجموعی کی۔ ان میں امام ابن سید الناس ان معدودے چند سیرت نگاروں میں شامل ہیں جنھوں نے اپنی مفصل کتابِ سیرت۔ عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر- کی ایک تلخیص- نور العیون فی تلخیص سیرۃ الامین المامون- کے عنوان سے تیار کی۔ غالباً شاہ صاحب اس مختصر سیرت سے

---

(۱۳۴) "من ابواب شتی" کی تمہید اور کتاب کے تتمہ میں شاہ صاحب نے ایک نکتہ بہر حال اس ضمن میں یہ اٹھایا ہے کہ "ہمارے سینوں میں جو اسرارِ شریعت مستور تھے ان کو ہم نے اس کتاب میں لکھ دیا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ تمام اسرار الٰہی اور امانات نبوی کا کامل مطالعہ و استیعاب نہیں ہے...... اور اب ہم کچھ سیر، فتن اور مناقب کے مطالعہ میں مشغول ہوتے ہیں اور یہ محض خلاصہ و تلخیص (التیسیر) ہی ہے، استیعاب نہیں"۔ دوم، ۲۰۴۔

زیادہ متاثر ہوئے تھے(۱۳۴)۔

اس تاثر پذیری کی متعدد دلیلیں اور شہادتیں ہیں: شاہ صاحب نے کسی بزرگ و شیخ کی فرمائش ہی پر سہی نور العیون کا فارسی ترجمہ سرور المحزون کے عنوان سے کیا تھا۔ دونوں کی ضخامت تقریباً برابر ہے، دونوں کا اندازِ بیان تلخیص نگاری کا ہے۔ دونوں کی زبان و بیان میں کافی مماثلت ہے، اشارات میں پوری سیرتِ نبوی بیان کردی ہے، انداز بیانیہ ہے(۱۳۵)۔

ولی اللّٰہی انفرادیت

پیشرو سیرت نگاروں سے تمامتر اثر پذیری اور امام ابن سید الناس سے پوری بہرہ مندی کے باوجود یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ شاہِ موصوف اپنے "بابِ سیر النبی ﷺ" میں ایک بے مثال انفرادیت اور نادر عبقریت رکھتے ہیں۔ ان کا اظہار و بیان مختلف جہات سے ہوتا ہے۔ مگر ان میں سب سے اہم ان کی فصلِ سیرتِ نبوی

---

(۱۳۴) سیرت نگاری کی تاریخ بالخصوص مختصراتِ سیرت کے تجزیے سے یہ حقیقت اجاگر ہوتی ہے کہ اکثر اہلِ علم و ماہرینِ فنون کے نہاں خانہ دل میں ایک کتابِ سیرت لکھنے کا داعیہ موجود ہوتا ہے جو بطور مسلم رسول ﷺ سے ذاتی محبت و دینی عقیدت کے سوا ہوتا ہے جیسا کہ تمام علماءِ حدیث کتبِ اربعین ضرور لکھتے ہیں اگر وہ کوئی بڑی کتاب تصنیف نہ کر سکیں۔ نصابِ تعلیم کے تقاضے، طلبہ و طالبات کی ضروریات، فنی مہارت کے مطالبات، اعزہ و اقارب کی گذارشات اور دوسرے متعدد خارجی عوامل ان پر مستزاد ہوتے ہیں۔ ان میں ہی سے کسی خاص کتابِ سیرت کا شدید اور گہرا اثر بھی کارفرمائی کرتا ہے۔

(۱۳۵) یہ تاثر پذیری کے نکات ہیں۔ تمام نکاتِ اشتراک و مماثلت کے باوجود دونوں میں ایک جوہری فرق ہے۔ ابن سید الناس کی مختصر سیرت عام بیانیہ حیات اور کتابِ سوانح ہے۔ جبکہ شاہ صاحب کا بابِ سیرتِ نبوی بیانیہ ہونے کے باوجود کافی حد تک اشاراتی ہے اور یہ رنگ و آہنگ اسے ان کے اسرارِ سیرت تلاش کرنے کے فن و زاویہ نے عطا کیا ہے۔

کی موضوعی انفرادیت و عبقریت ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ کے ایک باب کا مل ہونے کی حیثیت سے اس کا اصل اور محوری موضوع -علمِ اسرارِ دین- کا اس پر پورا اثر اور گہری چھاپ ہے (۱۳۶)۔

بقول امام ابنِ خلدون تاریخ نویسی میں دو پہلوؤں کا اعتبار کرنا ضروری ہوتا ہے۔ تاریخی واقعات و کوائف تو ظاہرِ تاریخ ہیں۔ محض ان کے بیان و پیشکش سے مورخ کا فریضہ ادا نہیں ہوتا۔ اسے ان واقعات و کوائف کے ظاہر کے پیچھے چھپے باطنِ تاریخ کو بھی سمجھنا، سمجھانا اور پیش کرنا چاہئے (۱۳۷)۔ شاہ صاحب نے امامِ تاریخ و فلسفہ عمرانیات سے کئی قدم آگے بڑھا کر پورے دین اور پوری شریعت کے ظاہر کے پیچھے مستور باطن کو اجاگر کر ڈالا۔ سیرتِ نبوی کے ظاہری سوانح اور عہدِ نبوی کے واقعات کے پس پردہ کیا اسرارِ الٰہی اور رموزِ ملکوتی کار فرما تھے ان کو شاہ صاحب نے ظاہر و باہر کیا۔ ان کا بابِ سیرت دراصل اسرار و رموزِ سیرت کا بیان ہے (۱۳۸)۔

---

(۱۳۶) متنِ باب اور اس کے ترجمے سے اس کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ بقیہ بحث بعد میں آتی ہے۔

(۱۳۷) فلسفہ تاریخ کے بانی اور خاتم ابن خلدون کا یہ نظریہ انتہائی انقلابی ہونے کے ساتھ ساتھ حقیقی فطری اور اپنی بنیاد و نہاد میں قطعی اسلامی ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: مقدمة العلامة ابن خلدون، مطبعہ مصطفیٰ محمد، مصر (غیر مورخہ)، ۳۱۔۳۵۔

(۱۳۸) ابن خلدون، مقدمہ، ۳۹، نے علم فقہ اور علمِ تمدنِ بشری یعنی تاریخ کے درمیان تعلق و ربط کو احکامِ شرعیہ کی مقاصد کے ساتھ تعلیل و توجیہ کرنے سے تعبیر کیا ہے کہ فقہاءِ کرام اسی سے احکامِ شریعت کے اسرار و رموز کو پہچاننے اور پھر انہیں واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

سیرتِ نبوی کی توقیتِ حضرت شاہ

بابِ سیر النبی ﷺ تکنیکی اعتبار سے تاریخی ترتیب اور واقعاتی تنظیم کی پوری رعایت کرتا ہے کہ وہ سیرتِ نبوی کے سوانح اور عہدِ میمنت لزوم کے حوادث اس ترتیبِ زمانی اور رعایتِ مکانی کے ساتھ پیش کرتا ہے جس کے ساتھ وہ رونما ہوئے تھے اور صرف یہی نہیں، بلکہ خاتم النبیین ﷺ کو انبیاء و رسل کے سلسلۂ زریں کی ایک بلکہ آخری اور عظیم ترین کڑی کے روپ میں اجاگر کرتا ہے۔ شاہ صاحب رسولِ اکرم ﷺ کے نسبِ گرامی کی عظمت و رفعت سے آغاز کرتے ہیں تو سلسلۂ انبیاء کرام سے یوں جوڑتے ہیں کہ اسی طرح تمام انبیائے کرام اور رسولانِ عظام بہترین انساب اور عظیم ترین خاندانوں میں مبعوث کئے جاتے رہے ہیں کہ یہ سنتِ الٰہی بھی ہے، اور ان کی نبوت و بعثت کی ایک شہادت بھی۔ اس کا سرِ الٰہی اور مصلحتِ ربانی یہ بتاتے ہیں کہ شرفِ نسب اور عظمتِ خاندان کے سبب ان کی نبوت و رسالت اور ان کے پیغام و دعوت کے لئے قبولیت کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ جس طرح شاہ موصوف سیرتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کو پہلے سرے پر سلسلۂ انبیاء کا تسلسل اور ختام المسک بناتے ہیں، اسی طرح دوسرے سرے پر خلافتِ راشدہ کو کارِ نبوی کا تسلسل قرار دے کر تاریخ اسلامی میں ہر دم رواں، پیہم دواں اور مسلسل حرکت پذیر زندگی، تہذیبِ انسانی اور تمدنِ اسلامی کے ناقابلِ انقطاع نظریہ کو بھی پیش کرتے ہیں (۱۳۹)۔

---

(۱۳۹) تاریخ و تہذیبِ انسانی کے تسلسل کا نظریہ پہلی بار مدلل انداز سے ابن خلدون نے ہی پیش کیا۔ ان کے فنِ عمران اور علمِ اجتماعِ بشری کی تعریف میں ہی تہذیبِ انسانی کے غیر منقطع ارتقاء و تسلسل کا خیال جاری ساری ہے۔ "اعلم انه لماكانت حقيقة التاريخ انه خبر عن الاجتماع الانسانى الذى هو (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حرکی نظریہ تاریخ اور تسلسلِ امتِ اسلامی کے دو نقطوں کے درمیان سیرتِ محمدی ﷺ کی اندرونی توقیت بھی خالص تاریخی ترتیب اور واقعاتی تنظیم رکھتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے نسبِ سامی اور تعارفِ گرامی کے بعد واقعاتِ سیرت کا سلسلہ ولادتِ نبوی سے قبل مبشراتِ پیش رویاں سے ہوتا ہے(۱۴۰)۔

عمران العالم و مایعرض بطبیعۃذلک العمران من الاحوال......" مقدمہ ۳۵۔ اسلامی تاریخ و تہذیب کے تسلسل کا مبہم یا غیر مدلل خیال تمام عالمی اسلامی مورخوں مثلاً طبری، مسعودی، ابن اثیر، ابن کثیر اور ابن خلدون کی تواریخ میں ملتا ہے۔ وہ ابتدائے آفرینش سے تاریخ اسلام کا پہلا سرا جوڑتے ہیں اور تمام انبیاء و رسل اور ان کی اقوام کی تہذیب و تاریخ میں سر رشتہ تسلسل کو کارفرما پاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کا تعلق وہ سیرتِ نبوی سے جوڑ دیتے ہیں اور سیرت کو تاریخ اسلامی کے یکے بعد دیگرے ادوار سے۔ تاریخی تسلسل اور تہذیبی ارتقاء کو دراصل غتربود کرنے کا کام ان مورخوں اور اہلِ قلم نے کیا ہے جو مختلف ادوارِ تاریخ کو ایک دوسرے سے منقطع کر کے اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ادوارِ تاریخ تسہیل و آسانی کے لئے ہیں، حقیقی نہیں۔ نیز ملاحظہ ہو: حجۃ اللہ البالغہ، ۲/۱۴۹ بحث "الخلافۃ" جہاں شاہ صاحب خلیفہ کے لئے بھی جلالتِ نسب و حسب کو ضروری قرار دیتے ہیں کیونکہ بے نسب شخص کو لوگ حقیر جانتے ہیں۔ اسی بنا پر وہ خلیفہ کا شہر یا قریہ کبیرہ کا باشندہ ہونا لازمی بتاتے ہیں۔

(۱۴۰) حضور نبی اکرم ﷺ کی بابت دعائے براہیمی اور نویدِ حضرت عیسیٰ قرآن مجید سے ثابت ہے: بقرہ ۱۲۹ اور صف ۶۔ والدہ ماجدہ کی مشاہدہ کی ہوئی مبشرات، جنات، کاہنوں اور منجموں کی پیشگوئیاں اور دوسری روایاتِ بعثت سیرتی ادب میں موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو: ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، دار الفکر ۱۹۹۳ء، ۱/۷۷ و مابعد۔ رسول اکرم ﷺ کے ظہورِ گرامی سے متعلق مبشرات کی روایات دو طرح کی ہیں۔ ایک وہ جو ایک نبی آخرالزماں کی تشریف آوری کے بارے میں عمومی اعلان کرتی ہیں۔ دوسری وہ جو ذاتِ محمدی۔ حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی قریشی۔ سے وابستہ ہیں۔ قسم دوم کو بھی دو ذیلی قسموں میں بانٹا جاسکتا ہے: جن کا تعلق آپ ﷺ کی برکات و کرامات سے ہے وہ بلاشبہ تسلیم کئے جانے کے لائق ہیں بشرطیکہ روایتی۔ درایتی سقم سے پاک ہوں۔ البتہ جو روایات حتمی طور سے ذاتِ محمدی کو بعثت سے قبل نبی موعود ہونے کو بتاتی ہیں ناقابلِ اعتبار ہیں کہ وہ قرآن و حدیث سے متصادم ہیں کہ سورہ شوریٰ ۵۲ وغیرہ کے مطابق جب خود آپ ﷺ یہ نہیں جانتے تھے کہ آپ نبی بننے والے اور وحی و کتاب سے سرفراز کئے جانے والے ہیں تو دوسرے کیونکر جان سکتے تھے۔ یہ طویل بحث ہے۔ ملاحظہ کیجیے سید سلیمان ندوی، ابوالاعلیٰ مودودی اور دوسرے اہلِ قلم کی متعلقہ نگارشات۔

پھر ولادت، رضاعت، تربیت کے سوانحِ ذاتی کا درجہ بدرجہ ذکر آتا ہے۔

بقیہ واقعاتِ عہدِ مکی جیسے سفر شام، تعمیر کعبہ، خلوت گزینی حراء، تحنث وغیرہ کا ترتیب وار بیان ہے۔ بعثتِ نبوی کے بعد کے واقعات وحوادث بھی اسی تاریخی ترتیب سے آئے ہیں۔ جیسے رویائے صالحہ سے آغازِ نبوت، نزولِ حق، حضرات خدیجہ و ورقہ بن نوفل کی تصدیق و تسلی، مشاہدۂ ملائکہ، کیفیتِ نزولِ وحی، خفیہ دعوت وارشاد اور سابقینِ اسلام، علانیہ دعوت و تبلیغ کا حکم اور اس کی تعمیل، تعصب و تعذیبِ قریش، بشارتِ فتح مسلم وانہزامِ کافر، ثبات قدمی امت، مقاطعہ بنی ہاشم وامتِ اسلامی، ہجرتِ حبشہ، وفاتِ خدیجہ وانتقالِ ابو طالب، نویدِ ہجرتِ نبوی، سفر طائف وملاقاتِ بنو کنانہ، مکہ واپسی و قیامِ نبوی، اسراء ومعراج، قبائلِ عرب سے امداد ونصرت کا مطالبہ، انصار کا اتفاق اور بیعتِ عقبہ اولیٰ وثانیہ، اشاعتِ اسلام در مدینہ اور حکم ہجرتِ مدینہ۔

ہجرتِ نبوی اور اس کے واقعات، مدینہ آمد اور اسلامِ حضرت عبداللہ بن سلام، تعمیر مسجدِ نبوی، تعلیم نماز وارکانِ اسلام، ابتداءِ اذان، ہجرت کا مطالبہ اور یہود سے معاہدہ، اذن جہاد، غزوات وسرایائے نبوی: بدر، بنو نضیر و بنو قینقاع، قتلِ کعب بن اشرف، قتلِ ابو رافع، غزوۂ احد، واقعہ رجیع، المیہ بئر معونہ، جنگِ خندق واحزاب، محاصرۂ بنو قریظہ، حضرت زینب سے نکاحِ نبوی، بعض معجزات و آیات، غزوۂ بنی المصطلق، واقعہ کسوف، رویائے صادقہ اور صلحِ حدیبیہ، فتوحاتِ خیبر، غزوۂ ذات الرقاع، سلاطین و ملوک کو دعوتِ اسلام، سریۂ موتہ، فتحِ مکہ، غزوۂ حنین، رسول اکرم ﷺ پر جادو، ذوالخویصرہ کا واقعہ، فضائلِ ابو ہریرہ، معجزات و آیاتِ نبوی، آمدِ وفود، فتوحاتِ مسلسل، نصبِ عمال و قضاۃ، غزوۂ تبوک اور اس کے واقعات، دین کا استحکام و نزولِ سورۂ براءت، تنسیخِ معاہدۂ معاہداتِ کفار، صلح نصارائے نجران، حجۃ الوداع، حدیثِ جبریل، مرض الموت، وفاتِ

نبوی، قیامِ خلافتِ اسلامی (۱۴۱)۔

سیرتِ نبوی شریفہ کے تمام مضامین و موضوعات کے مذکورہ بالا ذکر سے شاہ صاحب کی توقیت و تاریخی ترتیب کا ہی اندازہ نہیں ہوتا بلکہ ان کے تاریخی شعور اور تہذیبی ادراک کا بھی پتہ چلتا ہے۔ بعض آیات و معجزات کے سوا، شاہ صاحب نے نہ صرف سوانحی واقعات اور عہد کے حوادث میں ترتیب و تنظیم قائم رکھی ہے بلکہ اس تاریخی توقیت کے خانے میں دینی امور، تہذیبی معاملات اور سماوی وارضی آفات کو بھی ان کے صحیح مقام پر سجانے، سنوارنے اور آمیخت کرنے کا پورا اہتمام کیا ہے۔ بالعموم سیرتِ نبوی کی توقیت میں ان دینی اور تہذیبی امور کی تاریخی ترتیب کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔ شاہ صاحب نے اختصار میں بھی اس کا کافی لحاظ رکھا ہے (۱۴۲)۔

طریقۂ کار محدثینِ کرام کی پیروی

شاہ صاحب کی توقیتِ سیرت، واقعاتِ عہد، موضوعاتِ حیات، انتخابِ آیات و

---

(۱۴۱) شاہ ولی اللہ کے مختصر سیرت کی موضوعاتی فہرست کا تقابلی مطالعہ اگر سکہ بند اور معتبر سیرت نگاروں کی کتبِ سیرت کی فہرستِ مندرجات سے کیا جائے تو بہت سے نکاتِ اشتراک واختلاف نظر آئیں گے۔ اجمالی طور سے کہا جاسکتا ہے کہ ابن سید الناس کے خلاصہ سیرت۔ نور العیون۔ اور اسی قسم کی دوسری تلخیصات کے مندرجات کم و بیش اسی قسم کے ہیں۔

(۱۴۲) سیرتِ نبوی کے واقعات و حوادث کی ترتیب و توقیت میں کسی حد تک سیرت نگاروں اور محدثینِ کرام کا اختلاف ہے۔ جیسا کہ آگے ذکر آتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب محدثینِ کرام کے طریقہ سے زیادہ متاثر ہوئے تھے اس لئے ان کی توقیتِ واقعات حدیثی زیادہ ہے سیرتی کم۔ اس باب سیرت سے بہر حال بعض واقعاتِ سیرت اور معاملاتِ دین و شریعت کی توقیت میں وہ مدد ملتی ہے جو دوسروں سے نہیں حاصل ہوتی مثلاً معجزات و آیاتِ نبوی کی زمانی توقیت جو تاریخ و سنہ کے بغیر واقعاتِ سیرت کے درمیان ان کی جگہ متعین کر کے کی گئی ہے۔

معجزات اور متعدد دوسری چیزوں سے واضح و ثابت ہوتا ہے کہ انھوں نے اہلِ سیر سے زیادہ اصحابِ حدیث کی پیروی کی ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ حجۃ اللہ البالغہ کا باب "سیر النبی ﷺ" ذخیرہ حدیث پر مبنی ہے، سیرت نگاروں کے مواد پر نہیں۔ اس کے باوجود جا بجا اہلِ سیر سے ان کی اثر پذیری جھلکتی ہے۔ دراصل یہ ممکن ہی نہیں کہ صرف موادِ حدیثِ شریف کی بنیاد پر پوری اور جامع سیرتِ نبوی لکھی جا سکے۔ یہ دعویٰ کرنا کہ محض روایاتِ حدیث پر جامع سیرت لکھی جا سکتی ہے نہ صرف بے بنیاد بات ہے بلکہ اسلامی فنِ سیرت کے ایک اہم ترین ذخیرہ سے خود محرومی کا بھی باعث ہے (۱۴۳)۔ بلاشبہ یہ ضرور مطالبہ کرنا چاہئے کہ سیرت نگارِ نبوی صحیح روایات اور مستند مواد کی بنیاد پر لکھے اور اس کے لئے وہ دونوں منابعِ حیاتِ مبارکہ اور سرچشمہ ہائے سیرتِ مقدسہ -حدیث و سیرت- سے فیض اٹھائے کہ ضعیف اور کمزور، غیر مستند و غیر معیاری، اور بے شایانِ شانِ رسالتمآب ﷺ روایات و آثار دونوں میں پائے جاتے ہیں۔ مراجعِ سیرت پر بے محابا تنقید و تنقیص کرنے والے یہ بہ آسانی بھول جاتے ہیں کہ فنی بصیرت اور موضوعی مہارت بھی اجماع کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور استناد کی بھی۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ حضراتِ محدثین نے بھی اہلِ سیر کی روایتوں سے بابِ سیرت و مغازی نبوی

---

(۱۴۳) پہلے کم آج کل زیادہ یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ صحیح سیرتِ نبوی صرف احادیث و کتبِ احادیث کی بنا پر لکھی جانی چاہئے اور روایاتِ سیرت سے اسے آلودہ نہیں کرنا چاہئے جیسا کہ مسعود احمد نے اردو میں اور اکرم ضیاء عمری نے عربی میں مثال کے طور پر کیا ہے۔ یہ صحیح طریقہ نہیں۔ احادیث کی بنا پر سیرتِ نبوی کے قبلِ بعثت کے بہت سے واقعات اور بعدِ بعثت غزوات و سرایا کی تاریخ ہی بطور مثال مرتب نہیں کی جا سکتی۔ ملاحظہ ہو: مسعود احمد، صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین، دہلی ۱۹۸۶؛ اکرم ضیاء العمری، السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ، قطر ۱۹۹۱۔

میں بھرپور استفادہ کیا ہے (۱۴۴)۔

توقیتِ اہلِ حدیث کا اتباع

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنے بابِ سیرت میں محدثینِ کرام کے طریقۂ توقیت کا زیادہ لحاظ رکھا ہے۔ متن باب اور اس کے اردو ترجمہ کے حواشی و تعلیقات میں اس کی نشاندہی کی جاتی رہی ہے۔ تاہم ایک اہم مبحثِ باب کی حیثیت سے اس کے چند اہم نکات کو یہاں زیادہ اجاگر کیا جا سکتا ہے۔

بنو النضیر اور بنو قینقاع کی جلاوطنی کا پورا بیان امام بخاری کے باب کی تلخیص ہے اور امامِ موصوف نے جس ترتیب سے ان دونوں قبیلوں کے مدینہ سے اخراج کا ذکر کیا ہے اسی ترتیب سے شاہ صاحب نے بھی کیا ہے۔ اس بیان و ترتیب سے یہ نہیں معلوم ہوتا

---

(۱۴۴) قدما میں مثلاً حافظ ابن کثیر نے اور جدید سیرت نگاروں میں مولانا شبلی نے سیرتی ادب کے ساتھ حدیثی ادب کو آمیز کر کے دونوں عنصری مآخذ کی بنیاد پر سیرتِ نبوی لکھنے کی طرح ڈالی۔ ضعیف و مجروح روایات خواہ وہ کسی ماخذ کی ہوں تنقید کر کے سیرت کو صاف کیا اور صحیح و معتبر روایات و احادیث کی بنیاد پر واقعات لکھے۔ حافظ مغلطائی (علاء الدین بن قلیج ۶۸۹۔ ۷۶۲ / ۱۲۹۰۔ ۱۳۶۱) اور حافظ ابن حجر وغیرہ نے بعض واقعات بالخصوص غزوات کے باب میں اہلِ سیر کی روایات کو ترجیح دی ہے۔ بہت سے مقامات پر تطبیق سے بھی کام لیا ہے۔ توقیتِ غزوات پر خاکسار کے مذکورہ بالا مضمون کے علاوہ ملاحظہ ہو: فتح الباری کے متعلقہ ابواب اور حافظ مغلطائی کا مختصر سیرت۔ کتاب سیرۃ مغلطائی ۔مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۳۲۶ھ مثلاً ۴۶ پر حافظ نے لکھا ہے کہ "یہ (غزوہ بنی قینقاع) اور غزوہ بنی النضیر ایک ہے اور جن لوگوں نے تامل و غور نہیں کیا ان دونوں کو ان دو غزوات کے بارے میں اشتباہ ہو گیا ہے۔" صفحہ ۵۴ پر غزوہ ذات الرقاع کی توقیتِ امام بخاری پر تبصرہ کیا ہے "امام بخاری نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کی اس غزوہ میں شرکت کی بنا پر اس کو غزوہ خیبر کے بعد واقع ہونا بتایا ہے لیکن ان کی توقیت میں "نظر" ہے کیونکہ اہلِ سیر کا اس کے خلاف اجماع ہے۔" امام بخاری نے محمد بن اسحاق اور موسیٰ بن عقبہ وغیرہ کی روایات نقل کی ہیں اور ان کے شارح نے واقدی سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔

کہ ابتدا کس قبیلہ سے ہوئی تھی یا دونوں کو بیک وقت نکالا گیا۔ جبکہ اہلِ سیر کا متفقہ بیان ہے کہ پہلے بنو قینقاع کو پھر بنو النضیر کو جلاوطن کیا گیا۔ امام بخاری کے ترجمۃ الباب میں جو ابہام اور الجھن اور گومگو کی کیفیت پائی جاتی ہے وہ ان کی جلاوطنی کے سلسلہ میں شاہ صاحب کے ہاں بھی ہے۔ شاہ صاحب نے دونوں کی جلاوطنی کا ذکر غزوۂ احد کے بیان سے قبل کیا ہے اور یہ بھی اہل سیر کے متفقہ اور اجماعی فیصلہ کے خلاف ہے۔ یہی معاملہ قتلِ کعب بن اشرف و ابو رافع کا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ شاہ صاحب نے اس باب میں امام بخاری سے کچھ زیادہ ہی اثر قبول کیا ہے۔ ان سب کی توقیت اہل سیر کے ہاں قطعی مختلف ہے، ساتھ ہی وہ محدثینِ کرام کے نظامِ واقعات سے زیادہ واضح ہے (۱۴۵)۔

توقیتِ غزواتِ نبوی میں شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتبِ حدیث سے اثر پذیری سب سے زیادہ غزوۂ بنی المصطلق اور غزوۂ ذات الرقاع کے ضمن میں نظر آتی ہے۔ شاہ صاحب نے محدثینِ کرام کی ترتیبِ غزوات کے مطابق غزوہ بنو المصطلق کا وقوع غزوۂ

(۱۴۵) گذشتہ حاشیہ میں حافظ مغلطائی کا تبصرہ ان دونوں غزواتِ نبوی کی توقیت کے سلسلہ میں امام حاکم کے حوالے سے گذر چکا۔ امام بخاری نے غزوہ بنی النضیر کے بارے میں تو باب باندھا ہے مگر غزوہ بنی قینقاع کے بارے میں نہیں قائم کیا۔ مذکورہ بالا باب کا عنوان یا ترجمۃ الباب پورا یہ ہے: ۱۶-باب حدیث بنی النضیر ومخرج رسول اللہ ﷺ الیهم فی دیة الرجلین وما ارادوا من الغدر برسول اللہ ﷺ۔ قال الزهری عن عروة: کانت علی رأس ستة اشهر من وقعة بدر قبل وقعة احد، وقول اللہ تعالیٰ: "هو الذی أخرج الذین کفروا من اهل الکتاب من دیارهم لاول الحشر [الحشر: ۲] وجعله ابن اسحاق بعد بئر معونة واحد۔" ترجمۃ الباب کے معاً بعد حدیث ۴۰۲۸ میں جو حضرت ابن عمر سے مروی ہے امام بخاری نے نقل کیا ہے: "حاربت قریظة والنضیر فاجلیٰ بنی النضیر واقر قریظة ومنّ علیهم حتی حاربت قریظة فقتل رجالهم ونساء هم واولادهم..... واجلیٰ یهود المدینة کلهم: بنی قینقاع..... ویهود بنی حارثة وکل یهود المدینة.....". کتاب المغازی، فتح الباری، ۷/ ۴۱۱ ومابعد۔ ابن اسحاق کی توقیتِ غزواتِ بنی قینقاع و بنی نضیر و بنی قریظہ کی تائید اور امام حاکم پر ابن حجر کے نقد کے لئے ملاحظہ ہو: فتح الباری، ۷/ ۴۱۵ ومابعد۔

ذات الرقاع کا غزوۂ خیبر کے بعد قرار دے کر اسی ترتیب و تنظیم کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جبکہ اہلِ سیر کے نزدیک اجماعی طور سے غزوہ ذات الرقاع محرم ۵ / جون ۶۲۶ء کا واقعہ ہے اور غزوہ بنی المصطلق شعبان ۵ / جنوری ۶۲۷ء کا، یعنی مذکورہ غزوات نبوی غزوۂ خندق / احزاب سے لگ بھگ تین چار ماہ پہلے ہوئے تھے۔ یعنی اہلِ سیر کے مطابق غزوہ ذات الرقاع غزوۂ خیبر (محرم-صفر ۷ھ / مئی-جون ۶۲۸ء) سے تقریباً دو سال پہلے کا واقعہ قرار پاتا ہے (۱۴۶)۔

دوسرے واقعاتِ سیرت میں بھی محدثینِ کرام کی توقیت و ترتیب کا اثر نمایاں ہے۔ شاہ صاحب نے رسول اکرم ﷺ کے تعمیر کعبہ میں شرکت کرنے اور دوشِ مبارک پر ازار رکھنے کا واقعہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے بعد اور غارِ حراء میں تحنث سے قبل بیان کیا ہے جبکہ اہل سیر کے ہاں یہ لڑکپن کے زمانے کا واقعہ قرار پاتا ہے (۱۴۷)۔

---

(۱۴۶) محدثینِ کرام کی توقیتِ غزوات و سرایا پر مذکورہ بالا مضامین بالخصوص مضمونِ خاکسار مذکورہ بالا کے علاوہ ملاحظہ ہو: فتح الباری ۷ / ۳۵-۵۲۰: ۷ / ۹-۵۳۵ بالترتیب غزوۂ ذات الرقاع اور غزوہ بنی المصطلق کے لئے۔ غزوہ ذات الرقاع پر بحث کے لئے ملاحظہ ہو بالخصوص ۵۲۱، اور غزوہ بنی المصطلق کے لئے بالخصوص ۵۳۵۔ ترجمۃ الباب میں امام بخاری کی عبارت ہے: "قال ابن اسحاق: وذلك سنة ست، وقال موسیٰ بن عقبة: سنة اربع...... " حافظ ابن حجر نے وضاحت کی ہے کہ امام بخاری نے ۴ھ امام موسیٰ بن عقبہ کی طرف سہوِ قلم سے منسوب کر دیا ورنہ وہ ۵ھ ہی لکھنا چاہتے تھے کہ ابن عقبہ کے ہاں ۵ھ ہی ہے۔

(۱۴۷) حیاتِ نبوی میں دوبار تعمیر عمارتِ کعبہ کا واقعہ پیش آیا: ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ کے لڑکپن میں جس میں ازار کا معاملہ رونما ہوا تھا۔ اور دوسرا حضرت خدیجہ سے شادی کے بعد جس میں رسول اکرم ﷺ نے حجر اسود کو نصب کرنے کا فریضہ انجام دیا تھا۔ مسعود احمد، صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین، ۳۰، نے صحیح بخاری، ابواب المناقب، باب بنیان الکعبة و کتاب الصلوٰة، باب کراھیة التعری فی الصلوٰة [وغیرھا]، صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب الاعتناء بحفظ العورة کے حوالہ سے ازار والے واقعہ کو "رسول اکرم ﷺ کے بچپن کے زمانے" کا قرار دیا ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات اور اس کے بعد ابو طالب کے انتقال کا ذکر (۱۴۸)، سفرِ طائف کے بعد بنو کنانہ کے پاس تشریف آوری اور عہدِ زمعہ میں مکہ واپسی، غارِ ثور میں حضرت ابو بکر کے ڈسے جانے کا واقعہ، مدینہ آمد پر حضرت عبداللہ بن سلام کی حاضری اور قبولِ اسلام، یہود سے معاہدہ، تعمیر مسجد و تعلیمِ نماز و اوقات کے بعد اذان کے ضمن میں مشاورت، جماعت و جمعہ، زکوٰۃ کے احکام، دعوتِ اسلام و ہجرت کے بعد مواخاتِ مدینہ، قوت و شوکت کے بعد اذنِ جہاد، جنگِ / غزوۂ بنو قریظہ کے بعد حضرت زینب سے نکاحِ نبوی، واقعہ افک کے بعد نمازِ کسوف کا واقعہ، غزوہ خیبر کے بعد سلاطینِ ممالک و شاہانِ وقت کو دعوتِ نبوی اور غزوۂ تبوک سے پہلے تنظیمِ ریاست و حکومت اور ان جیسے متعدد دوسرے واقعاتِ تہذیبی اور حوادثِ دینی کی توقیت میں شاہ صاحب کی ذخیرۂ حدیث اور طریقہ محدثین سے اثر پذیری جھلکتی ہے (۱۴۹)۔

توقیتِ سیرتِ نبوی کے باب میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی محدثینِ کرام کی پیروی کے باوجود ایک اہم اختلاف بھی نظر آتا ہے جو اہلِ سیر سے اختلاف بھی کہا جا سکتا

(۱۴۸) شبلی سیرت النبی، اعظم گڑھ ۱۹۸۳ء، ۲۴۹، نے سیرت نگاروں کے مطابق ابو طالب کا انتقال پہلے بتایا ہے۔

(۱۴۹) سیرت نگاروں کی توقیتِ واقعات کا موازنہ اگر حدیث کی روایات پر مبنی کتبِ سیرت مثلاً صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین از مسعود احمد سے کیا جائے تو دونوں مکاتبِ فکر کا فرق نظر آجائے گا مثلاً سلاطینِ عصر اور شاہانِ وقت کو رسول اکرم ﷺ نے جو دعوتی فرامین ارسال فرمائے تھے سیرت نگاروں نے اس واقعہ کو غزوۂ خیبر سے قبل کا واقعہ بتایا ہے: شبلی اول ۴۷۔ ۴۶۲۔ جب کہ مسعود احمد، ۳۶۔ ۴۳۲ وغیرہ نے اسے غزوۂ خیبر کے بعد کا واقعہ بتایا ہے۔ ملاحظہ ہو فتح الباری، ۱/ ۶۳۔ ۴۳؛ بخاری، کتاب بدء الوحی، ۶۔ باب بلا عنوان۔ ابن حجر نے اس کو ۶ھ کا واقعہ تسلیم کیا ہے۔

ہے اور شاہ صاحب کا انتہائی منفرد، نادر و نایاب طریقۂ توقیت بھی۔ یہ حقیقت بڑی عجیب و غریب لگتی ہے کہ شاہ صاحب نے واقعاتِ سیرت کی توقیت محض ان کے نظامِ وقوع اور زمانۂ حدوث کے ذریعہ کی ہے اور کسی جگہ کوئی تاریخ، کوئی دن، کوئی ماہ حتی کہ کوئی سنہ نہیں دیا ہے۔ انھوں نے زیادہ تر "اذا، لما" (جب) وغیرہ کے الفاظ کے ذریعہ ان کے وقوع اور اس کے زمانے کا اظہار کیا ہے۔ محدثینِ کرام نے اہلِ سیرت کی مانند ہر واقعہ و حادثہ اور معاملہ کی تاریخ کا اہتمام تو نہیں کیا تاہم بہت سے واقعات کے ضمن میں متعین تاریخ دی ہے۔ شاہ صاحب کا قاری توقیتی خلاء میں جھولتا رہ جاتا ہے (۱۵۰)۔

موادِ سیرت میں روایاتِ حدیث پر انحصار

اہلِ سیر کے مقابلہ میں شاہ ولی اللہ دہلوی محدثینِ کرام کی روایات و آثار اور احادیث پر زیادہ اعتماد کرتے ہیں۔ سیرتِ طیبہ کا تمامتر مواد وہ انہیں سے اخذ و قبول کرتے ہیں۔ اس اعتبار سے ان کے بنیادی مراجع و مصادر کتبِ حدیث ہیں (۱۵۱)۔

---

(۱۵۰) شاہ صاحب نے اس بابِ سیرت میں واقعات، حالات و کوائف کے سنین سے تعرض نہیں کیا۔ اس کی توجیہ و تاویل کی جاسکتی ہے مگر اس سے یہ حقیقت نہیں چھپائی جا سکتی کہ شاہ صاحب کی سیرت نگاری بلا قیدِ زمان ہے۔ اس کی بنا پر قاری کو وقت، تاریخ اور زمانہ کا ادراک نہیں ہوتا۔

(۱۵۱) شاہ ولی اللہ دہلوی کے اس باب سیرت کی بعض معلومات کتبِ سیرت میں بھی ملتی ہیں۔ اس سے یہ خیال ہو سکتا ہے کہ انہوں نے کچھ معلومات اہلِ سیر اور ان کے ذخیرۂ معلومات سے بھی لی تھیں۔ کسی حد تک یہ بات صحیح بھی ہے۔ لیکن ان کا زیادہ تر بلکہ روایات و واقعات کی غالب اکثریت میں اعتماد احادیث اور ان کی کتابوں پر ہے۔

مکی دور کے مباحثِ سیرت میں بہت سے واقعات و معلومات کمزور، مشہورِ عام اور غیر صحیح روایات پر بھی مبنی ہیں۔ ان پر مدلل بحث تو بعد میں ہوگی۔ یہاں ان میں سے چند کا صرف حوالہ دینا کافی ہوگا۔ ایسی روایات و بیانات میں ولادتِ نبوی کے وقت بعض علامات و آثار کا ظہور شامل ہے۔ ان سے زیادہ اہم شق صدر، بحیرا راہب سے ملاقات اور اس کی پیشگوئی سے متعلق روایات ہیں۔

اولین مسلمانوں میں حضرات ابو بکر، خدیجہ، بلال اور ان جیسے لوگوں کا فقرہ بھی بعض حدیثی روایات سے ماخوذ ہے۔

متن بابِ سیرت اور ترجمہ کے حواشی و تعلیقات میں ان کی طرف برابر اشارہ کیا جاتا رہا ہے حتیٰ کہ ان کی پختہ شہادت فراہم کی گئی ہے۔ یہاں روایاتِ حدیث پر شاہ صاحب کے انحصار اور محدثینِ کرام پر کلی اعتماد سے متعلق مختصر بحث پیش کی جاتی ہے۔

نسبِ مبارک، اس کی فضلیت و رفعت، انبیائے کرام کے عالی نسب ہونے کی حقیقت، شمائل و خصائلِ نبوی، اور ان کے تصدیقی واقعات، ملکوتِ اعلیٰ اور جنابِ الٰہی سے مسلسل و مستقل وابستگی، ذاتِ نبوی سے معجزات و کرامات کا ظہور، نویدِ ابراہیمی اور بشارتِ موسیٰ و عیسیٰ و مبشراتِ انبیاء و صحفِ مقدسہ، بوقتِ ولادت آیات و علامات کا ظہور، رضاعت و شقِ صدر، سفرِ شام کے دوران بحیرا راہب سے ملاقات اور اس کی شہادتِ نبوتِ محمدی، ندائے غیبی اور شہود و مشاہدۂ ملائکہ، نکاحِ خدیجہ، تعمیر کعبہ کے وقت ازار کھولنے کا واقعہ، حراء کی خلوت نشینی، رویائے صالحہ کا آغاز، نزولِ قرآن مجید، فترۂ وحی اور اس کے دوران مشاہدہ و رویتِ ملائکہ، نزولِ کیفیتِ وحی، خفیہ و علانیہ دعوت اور چند سابقین کے اسماء، تعذیبِ قریش، مقاطعہ بنی ہاشم و مسلمین، ہجرتِ حبشہ، وفاتِ خدیجہ و انتقالِ ابو طالب، رویائے ہجرت و سفرِ طائف، اسراء و معراج، قبائلِ عرب پر عرضِ اسلام و مطالبہ امداد، بیعتِ عقبۂ اولیٰ و ثانیہ اور مدینہ میں اشاعتِ اسلام سب کے سب احادیث و آثارِ محدثینِ کرام سے ماخوذ ہیں۔

مکی عہد کے واقعات کی مانند مدنی دورِ حیات کے تمام کوائف بھی روایاتِ حدیث اور آثارِ صحابۂ کرام سے ماخوذ ہیں۔ غزوات و سرایائے نبوی میں احادیث و روایاتِ محدثین کا نمایاں اثر نظر آتا ہے۔ خاص طور سے جب وہ ان واقعات و تفصیلات سے زیادہ

ان سے متعلق دوسری جزئیات اور ان کے دوران پیش آنے والے حیرت انگیز معاملات کا ذکر زیادہ کرتے ہیں۔ مختلف اوقات میں رونما ہونے والے معجزات و آیات کو سیرتِ طیبہ کے واقعات کے توقیتی خاکے اور ترتیبی نظام میں آمیخت کرتے ہیں۔

محدثینِ کرام اور ان کی روایاتِ سیرت واحادیثِ نبوی کا شاہ صاحب پر اتنا غلبہ ہے کہ وہ ان کی زبان و بیان کو بھی بخوبی اپنا لیتے ہیں۔ بعض مقامات پر فقرے اور جملے ملتے ہیں تو کئی دوسری جگہوں پر تراکیب و تعبیرات۔ اور کہیں کہیں تو پوری پوری عبارت شاہ صاحب کے قلم سے تراوش کرتی ہے۔ مبشراتِ انبیاءِ کرام ہوں یا شمائل و خصائلِ نبوی، حدیثِ نبوی کے پورے پورے جملے اور عبارتیں رکھتے ہیں۔ اس طرح معجزات و کراماتِ نبوی کی زبان حدیثی ہے۔ رویائے صالحہ سے آغازِ نبوت کا بیان بخاری کی اولین روایتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بازگشت ہے(۱۵۲)۔

معجزانہ نظریۂ سیرت نبوی

اسے معجزانہ نظریۂ سیرت کہا جائے یا سیرت نگاری کا نظریۂ اعجاز یا اسی طرح کا کوئی دوسرا نام دیا جائے، شاہ ولی اللہ کی سیرت نگاری معجزاتِ نبوی اور خوارقِ الٰہی کی نگارش بن گئی ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ کے تمام اعمال وافعال کے پس پردہ یداللّٰہی کی کار فرمائی کے تو تمام اہلِ ایمان قائل ہیں لیکن اس کارخانۂ اسباب و علل اور جہانِ وجوہ

---

(۱۵۲) حواشی گذشتہ ۳ تا ۸ وغیرہ میں الفاظ و تراکیب اور عبارات کی یکسانیت یا مماثلت کا اظہار کیا گیا ہے۔ اگر متعلقہ بیاناتِ شاہ کا روایاتِ احادیث کے الفاظ اور زبان و بیان سے موازنہ کیا جائے تو مزید شہادتیں مل جائیں گی۔ روایات، معلومات اور واقعات پر حدیث کی اثر انگیزی کا حوالہ ان کے متعلقہ مباحث میں دیا جا چکا ہے۔

ونتائج میں دستِ بشر کی گلکاریاں اور انسانی عقل وجوارح کی حشر سامانیاں بھی کارگذار، کارساز، کارفرما بنائی گئی ہیں۔ شاہ صاحب انسانی اعمال وافعال اور ان کے نتائج سے زیادہ ان کے پیچھے کارفرما ملکوتی عوامل پر زیادہ توجہ مبذول اور زور صرف کرتے ہیں (۱۵۳)۔

شاہ صاحب کے بابِ سیر النبی ﷺ کا ہر نکتہ، ہر واقعہ اور جزئیہ معجزات و کرامات وخوارق سے آراستہ ہے۔ اس دنیائے دنی میں رسولِ اکرم ﷺ کی آمد سے قبل آپ کے نسبِ شریف اور اس کی عظمت اور خاندانی نجابت وصلابت کا مبشراتِ انبیاءِ کرام علیہم السلام کے معجزانہ وسیلہ سے ثبوت فراہم کرنے کے علاوہ انھوں نے منجموں، ستارہ شناسوں اور کاہنوں تک کے الہام والقاء اور پیشگوئی کا حوالہ دیا ہے۔ ولادتِ نبوی سے ذرا پہلے اور بعد کے حالات میں بھی خوابِ والدہ ماجدہ اور محلاتِ کسریٰ کے کنگروں کے گرنے وغیرہ کا زیادہ ذکر ہے، دوسری واقعاتی تفصیلات سے انھیں بالکل سروکار نہیں معلوم ہوتا ہے۔ رضاعت کی تفصیلات کے سوا وہ اس سے متعلق برکات اور شقِ صدر کے

(۱۵۳) سیرتِ نبوی اور اس سے زیادہ مطالعہ اسلام میں اصل زور اسباب وعلل، بشری پہلوؤں اور علمی چیزوں پر ہونا چاہیے نہ کہ معجزات وکرامات وخوارق پر۔ موخر الذکر ایمان وایقان میں اضافے یا آغاز کے لئے تو معاون ہوسکتے ہیں مگر علمی دنیا میں بشریتِ نبی اکرم ﷺ اور اسلام کے عملی پہلو کارآمد ہوسکتے ہیں اور ہوتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کو اسوہ حسنہ آپ کے بشر، عبد اور رسول ہونے کے لحاظ سے قرار دیا گیا ہے۔ جہاں تک یداللّٰہی کی کارفرمائی اور معجزات وخوارق کا معاملہ ہے تو اس سے کسی کافر کو بھی انکار نہیں۔ مگر معجزاتی سیرت اور کراماتی اسلام ایک عام انسان کے لئے بھی ناقابلِ یقین وعمل بن جاتا ہے۔

دراصل سیرت نگاری میں افراط وتفریط کا عمل غلط اندازِ نظر یا غیر متوازن زاویہ نگاہ کے سبب در آتا ہے۔ عقلیت پسند بالخصوص جدید اہلِ قلم معجزات اور ماورائی پہلوؤں کو یکسر نظر انداز کردیتے ہیں جبکہ روایت پسند و معجزات پرست علماء اور دوسرے دینی رجحانات کے حاملین رسول اکرم ﷺ کی عبدیت اور مقام عبدیت کو بھول جاتے ہیں یا اس پر ضمنی توجہ صرف کرتے ہیں۔

معجزہ پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ سفرِ شام کی معلومات سے زیادہ بحیرا راہب کی پیشگوئی اور شہادتِ نبوت اور تعمیر کعبہ میں شرکتِ نبوی کے واقعات کے بالکل برعکس سترِ مبارک کے کھلنے اور آپ کی بیہوشی کے عالم میں عالمِ غیب سے برہنگی کی ممانعت کے معجزہ سے زیادہ دلچسپی ہے۔ رویاے صالحہ، نزولِ وحی، تنزیلِ قرآن اور کیفیتِ نزولِ وحی کے واقعات تو خالصتاً ملکوتی ہیں۔ سفرِ طائف کا تعلق بھی رویائے صالحہ کی کارفرمائی سے جوڑا گیا ہے، پھر اسراء و معراج کے تمام واقعات معجزاتِ الٰہی کے ابواب ہیں (۱۵۴)۔

ہجرتِ نبوی اور سفرِ مدینہ منورہ کا محرک ایک رویائے صالحہ کو بتایا ہے اور متعدد آیات، برکات اور معجزات کا ذکر کیا ہے جیسے غار میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سانپ سے ڈسے جانے کا تریاق لعابِ دہن نبوی میں تلاش کرنا، یا تعاقب کرنے والے قریشی اکابر کا غار میں آپ دونوں کا نہ دیکھ پانا، یا دوسرے متعاقب سراقہ کے گھوڑے کا زمین میں دھنس جانا، یا امِ معبد کی غیر دودھاری بکری کا دودھ دینا وغیرہ۔ ہجرتِ مدینہ کے تمام واقعات میں صرف اور صرف معجزات کی کارفرمائی نظر آتی ہے (۱۵۵)۔

---

(۱۵۴) شقِ صدر سے متعلق روایات دو طرح کی ہیں: قوی اور ضعیف۔ مدلل بحث کے لئے ملاحظہ ہو: سید سلیمان ندوی، سوم ۵۰۴-۴۸۴؛ فتح الباری، اول ۷-۵۹۵؛ کتاب الصلوٰۃ، باب فرضت الصلوات فی الاسراء۔

دارِ ہجرت کے خواب کی تعبیر نبوی میں، ہجر، یمامہ، طائف اور ہر مقام کا نام شاہ صاحب نے لیا ہے۔ مگر احادیثِ نبوی میں طائف اور کل مذہب جیسے عمومی اور وسیع تعبیرات کی گنجائش نظر نہیں آتی۔

(۱۵۵) ان روایات میں بھی ثقہ اور ضعیف روایات کی آمیزش ملتی ہے۔ غارِ ثور میں حضرت ابو بکر کے ڈسے جانے کا ذکر کسی قابلِ ذکر اور قابلِ اعتماد کتاب میں نہیں مل سکا۔ اسی طرح ام معبد کے واقعہ پر بھی محدثین نے تنقید کی ہے۔ ضعیف و ماورائی عناصر و روایات کے قبول کرنے سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ شاہ صاحب نے واقعاتِ ہجرت اور سفر ہجرت میں فراستِ نبوی اور ٹھوس مدبرانہ اور حکیمانہ اقداماتِ نبوی کے ذکر سے گریز کیا ہے۔

مدینہ منورہ میں آمد کاذکر بھی معجزۂ نبوی سے شروع ہوتا ہے جو حضرت عبد اللہ بن سلام کے قبولِ اسلام کا محرک بنتا ہے۔ پھر غزوات و سرایا کے باب میں صرف اور صرف معجزات کا ذکر ہے، واقعات، بشری اکتسابات اور انسانی معاملات کا محض حوالہ ملتا ہے۔ واقعہ بدر میں بارش کے معجزہ، مجلسِ مشاورت میں مسلمانوں کی رائے کا معجزانہ طور سے عزمِ نبوی سے اتفاق، کثرتِ دشمن دیکھ کر بارگاہِ قدوس میں دعائے نبوی اور اس کے جواب میں بشارتِ فتح ربانی، مصارعِ اکابرِ قریش کی نبوی پیشگوئی اور اس کی واقعاتی صداقت، اہلِ توحید کا ثبات اور اہلِ کفر کی مرعوبیت اور مسلم اکابر کی غلطی پر اللہ تعالیٰ کی معافی جیسے معجزات کا ذکر ملتا ہے اور جنگی وقائع، تاریخی حقائق اور انسانی شواہد کا کوئی حوالہ نہیں ملتا۔ یہودِ مدینہ کے خلاف نبوی کاروائی میں بھی زیادہ زور معجزانہ پہلوؤں پر ہے جیسے ان کی مرعوبیت، افاضہ الٰہی اور سریۂ عبد اللہ بن عتیک میں ان کی زخمی پنڈلی کی مسحِ نبوی سے شفایابی وغیرہ (۱۵۶)۔

تمام دوسرے غزوات و سرایا میں بھی معجزانہ پہلوؤں ہی پر زیادہ زور دیا گیا بلکہ بسا اوقات صرف انھیں کا ذکر اذکار کیا گیا ہے۔ غزوہ احد میں مسلم ہزیمت پر اسبابِ سماویہ کا اجماع، اس کی پہلے سے خوابِ نبوی میں پیشگوئی کا ذکر ہے، تو واقعاتِ رجیع و بئر معونہ میں مسلم شہداء کی حفاظت و صیانتِ الٰہی کے معجزات کا بیان ہے۔ جنگِ خندق میں واقعات و جدال کے برخلاف آیات و برکات پر بیانیہ استوار کیا گیا ہے جیسے دشمنوں کی معجزانہ طور سے ناکامی،

---

(۱۵۶) غزوہ بدر سے متعلق شاہ صاحب نے مثال کے طور پر دو ایک باتیں انسانی تدبیر سے متعلق کہہ دی ہیں جیسے صحابہ کرام سے مشورہ، اکابرِ قریش کا خاتمہ اور فتح عظیم کا حصول وغیرہ مگر ان میں بھی ماورائی عنصر کی کارفرمائی موجود ہے۔ ان تمام غزوات و سرایا میں انسانی کاوشوں کا حوالہ ذرا کم ملتا ہے۔

حضرت جابر کے کھانے میں برکت، خندق کی کھدائی کے دوران پتھر توڑنے کے واقعہ کے حوالہ سے قصورِ کسریٰ و قیصر کی فتح کی پیشگوئی وغیرہ۔ حضرت زینب کی شادی کے بعد آپ ﷺ کے کئی معجزات ہی کا ذکر کیا ہے۔ غزوۂ بنی المصطلق میں صرف ملائکہ کے ظہور اور اس کے اثرات کا ذکر ہے (۱۵۷)۔ پھر سورج گرہن وغیرہ کے خالص معجزات کے بیان کے بعد صلحِ حدیبیہ کا محرک رویائے صالحہ، اور قیامِ حدیبیہ کے دوران پانی کے دو معجزات کا، غزوۂ خیبر میں زہر آلود کھانے سے حفاظتِ الٰہی، حضرت سلمہ کی زخم سے معجزانہ شفایابی، اور قضائے حاجتِ نبوی کے ضمن میں دو درختوں کے پردہ کرنے کے معجزات پر ہی پورا بیان استوار کیا گیا ہے۔ غزوۂ ذات الرقاع میں رسولِ اکرم ﷺ کی حفاظتِ الٰہی، سلاطینِ ممالک کو دعوتِ نبوی کا محرک القاءِ ربانی، غزوۂ موتہ کے تین امراء کی شہادت کی قبل از وقوع پیشگوئی نبوی اور ان سے متعلق معجزات کا بیان ہے۔ فتح مکہ میں حضرت حاطب کی کار کردگی سے غیبی باخبری، غزوہ حنین میں مٹی / خاک پھینکنے کے نبوی معجزہ کے نتیجہ میں دشمنوں کی بے بصری اور ایک مجاہد کی خودکشی کی پیشگوئی کے معجزات سے زیادہ سروکار رکھا گیا ہے (۱۵۸)۔

---

(۱۵۷) غزواتِ احد، رجیع، بئر معونہ، جنگِ احزاب / خندق، بنی المصطلق میں واقعات کا بیان سرے سے نہیں ملتا۔ ان کے وقوع کے اسباب و وجوہ کیا تھے، ان میں کیا حادثات و واقعات پیش آئے، ان کے نتائج و اثرات کیا مرتب ہوئے، شاہ صاحب کو ان سے سروکار نہیں، صرف معجزانہ چیزوں سے دلچسپی ہے۔ ان میں نو قریظہ کا غزوہ مستثنیٰ نظر آتا ہے اور بیانِ شاہ ان کے معمول کے طریقہ کے برخلاف ہے کہ اس کے دو سطری بیان میں کہیں معجزہ یا مافوق الفطری عنصر کا حوالہ نہیں ہے۔

(۱۵۸) صلح حدیبیہ کے غزوہ میں صرف اس رویائے صادقہ سے آغاز کیا ہے جو جنابِ الٰہی سے دکھایا گیا تھا۔ پھر اس کی تعبیر کی غلطی بتانے کے بعد شاہ صاحب نے صلح کے معاہدہ کا ذکر ضرور کیا ہے اور حضراتِ شیخین کے ایک انسانی معارضہ اور اس کے فوائد کا اور بیعتِ رضوان کا باقی میں معجزات کا ذکر ہے۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس کے بعد سحر، ذوالخویصرہ، حضرت ابوہریرہ اور ان کی والدۂ ماجدہ، حضرت جریر، نصرانی مرتد کی عدمِ تدفین، کھجور کے تنہ کی گریہ وزاری اور آپ ﷺ کی اس کو تسلی، سست رفتار گھوڑے کی تیز رفتار بننے کے معجزات کا خالص بیان ہے۔ آخری غزوۂ نبوی - تبوک - کے بیان میں صرف معجزات کا ذکر ہے جیسے وادی القریٰ کے ایک باغ کی پیداوار کا صحیح تخمینہ نبوی، وادیٔ حجر میں پانی کے استعمال کی ممانعتِ نبوی، رات میں تیز آندھی میں ایک شخصِ نافرمان کے جبلِ طے پر جا گرنے اور گمشدہ ناقہ نبوی کی جگہ اور منافق کے طنز سے نبی اکرم ﷺ کی غیبی طور سے باخبر ہونے کے معجزات۔ دوسرے واقعات جیسے مشرکین سے معاہدات کی منسوخی، وفاتِ نبوی کے قریب حضرت جبریل کی بصورتِ آدمی آمد اور تعلیمِ ایمان واسلام واحسان، اور وفاتِ نبوی کے قبل و بعد کے حوالے سب کے سب معجزات سے بھرے ہوئے ہیں۔ بایں طور شاہ صاحبؒ کے اس بابِ سیرت کو "معجزات نامہ" کہا جا سکتا ہے (۱۵۹)۔

فتح خیبر کے غنائم کے حصول، خلافتِ الٰہی کے آغاز اور زہر خورانی کے واقعات کے علاوہ معجزات ہیں۔ غزوۂ موتہ میں تینوں امراء کی شہادت کی پیش خبری سے سروکار رکھا گیا ہے۔ البتہ فتحِ مکہ کا بیان زیادہ تر واقعاتی ہے اور غزوۂ حنین کا بیانِ شاہ بھی۔ ان تمام بیانات میں قاری کو واقعات کا سراغ کم لگتا ہے اور معجزات کا زیادہ۔

(۱۵۹) وفودِ عرب کی آمد بلا حوالہ معجزات ہے مگر غزوۂ تبوک میں پھر ماورائی عناصر کا غلبہ ہے۔ غزوۂ کے زمانہ گرما میں ہونے کا حوالہ دینے کے بعد وادی القریٰ اور دیارِ حجر سے اسلامی افواج کے گزرنے کا ذکر کر کے باقی بیان معجزات کے سپرد کر دیا ہے۔ اسلام کی قوت و شوکت کے نفاذ، سورۂ براءت کے نزول کے بعد معاہدوں کی تنسیخ اور نصاریٰ نجران کے مباہلہ اور حجۃ الوداع کے مباحث میں واقعاتی انداز غالب ہے، اگرچہ ان میں بھی کہیں کہیں معجزاتی رنگ موجود ہے۔

اس تفصیل کے بعد اس حقیقتِ امری کا جلدی سے اور بہ بانگِ دہل اعتراف و اعلان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ رسولِ اکرم جناب محمد بن عبداللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور حیاتِ مقدسہ میں معجزاتِ نبوی اور آیاتِ الٰہی کی برابر، متواتر اور وسیع ترکار فرمائی رہی ہے۔ کم از کم کوئی صاحبِ ایمان بالخصوص مسلمان نہ تو معجزاتِ نبوی کا انکار کر سکتا ہے اور نہ ہی سیرتِ نبوی اور واقعاتِ عصری میں ان کی کار فرمائی سے آنکھیں موند سکتا ہے۔ مگر سوال یہ ہے ......اور غالباً بڑے کانٹے کا سوال ہے...... کہ سیرتِ طیبہ کیا صرف معجزات و خوارق ہی سے عبارت تھی اور عام بشری فضائل، انسانی خصائل، معمول کے واقعات، اسباب و علل پر مبنی واقعات کی اس میں گنجائش ہی نہ تھی، اور تھی بھی تو صرف کیا ثانوی یا غیر ضروری تھی؟(۱۶۰)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں رسولِ اکرم ﷺ کی بشریت کو زیادہ اجاگر کیا ہے اور آپ ﷺ نے بھی اسی کو طرۂ امتیاز بتایا ہے اور اسی بشری پہلو سے رسول اللہ ﷺ کی حیات و خدمات میں مسلمانوں کے لئے بالخصوص اور عام لوگوں کے لئے بالعموم اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا سیرتِ طیبہ مطالعہ کرنے والوں کے لئے ایک نمونۂ عمل، قابلِ تقلید نمونۂ عمل، فراہم کرنا لازمی بلکہ ناگزیر ہے ورنہ تقلید و اتباعِ نبوی کا مقصد ہی فوت

(۱۶۰)قدیم و جدید سیرت نگارانِ نبوی میں غالب اکثریت معجزاتِ نبوی کا برابر ذکر اذکار کرتی ہے۔ وہ واقعاتِ عصر اور امورِ عہد سے متعلق ماورائی عنصر کی بھی منکر نہیں تاہم وہ سیرتِ نبوی کو ایک بشر رسول "عبد نبی" کی سوانح بنانے کے قائل ہے۔ عہدِ جدید میں شبلی و سلیمان کی سیرۃ النبی بشریت و عبدیت کے بھرپور تقاضوں کے مطابق لکھی گئی ہے تاہم وہ بھی معجزاتِ نبوی سے گریز نہیں کرتی۔ شبلی کی تمام عقلیت کے باوجود اولین دو جلدیں اور سید سلیمان ندوی کی تیسری جلد اس حقیقت کی شاہد عدل ہیں۔

ہو جائے گا۔ شاہ صاحب نے اپنے بابِ سیرت میں بلا شبہ بعض معاملات و امور اور واقعات و حوادث میں معمول کے واقعات و حقائق بھی پیش کئے ہیں لیکن معجزانہ پہلوؤں پر شدومد اور جوش و جذبہ کے ساتھ زور دے کر اسے اسوۂ حسنہ نہیں بننے دیا ہے (۱۶۱)۔

علمِ اسرارِ دین کا بابِ سیرتِ نبوی

اپنے بابِ سیر النبی ﷺ میں اعجازی پہلوؤں پر ایک طرح سے انحصار کرنے کی شاہ ولی اللہ کی حکمتِ عملی کی توجیہ یہ کی جاسکتی ہے کہ کتاب حجۃ اللہ البالغہ کے ایک مبحث کی حیثیت سے انھوں نے سیرتِ نبوی کے اسرار و رموز کا سراغ لگانے کی جدوجہد کی۔ اس کی ممکنہ طور سے دو صورتیں تھیں: فلسفیانہ انداز سے عقل و تعقل اور فکر و تفکر کی بنیادوں پر واقعاتِ سیرت اور حوادثِ عہد کی تشریح و تعبیر کی جاتی یا ان کے پیچھے مضمر و کارفرما ماورائی طاقتوں اور الٰہی کارفرمائیوں کے حوالہ سے اُن سے تعرض کیا جاتا ۔ حضرت شاہ صاحب نے ان دونوں طریقوں سے کام لیا، اول الذکر سے کم اور ثانی الذکر سے زیادہ۔ ان میں سے ہر ایک کی مزید تاویل و تعبیریوں کی جاسکتی ہے کہ جہاں جہاں احادیث و روایات میں معجزاتِ نبوی اور خوارقِ الٰہی کا بیان تھا وہاں وہاں ان سے فائدہ اٹھایا جائے اور جن ماورائی یا دنیاوی معاملات و امور میں عقل و فکر کی کارگزاری چل سکتی ہے ان میں

---

(۱۶۱) شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے بلا شبہ رسول اکرم ﷺ کی بشریت و عبدیت کے پہلوؤں کو بھی جابجا ابھارا ہے، واقعات و حالات، سوانح و خصائل سے بھی تعرض کیا ہے۔ مگر ان کا زیادہ زور، بلکہ بہت زیادہ زور، معجزاتی پہلوؤں اور ماورائی چیزوں پر ہے۔ اس بنا پر قاری کا تاثر یہ ہوتا ہے کہ ان کا بابِ سیرت ایک ایسی مافوق الفطرت ہستی کا خاکہ و بیان ہے جس تک پہونچنا ایک انسان کے بس کی بات نہیں۔

فلسفیانہ، عاقلانہ اور حکیمانہ توجیہات کو اپنایا جائے۔ شاہ صاحب نے غالباً انھیں وجوہ سے ولادت و رضاعتِ نبوی، غزوات و سرایائے عہد اور دوسرے واقعات و حوادث کے تعلق سے دستیاب مستند روایات و احادیث کا بخوبی اور بھرپور استعمال کیا۔ اسی کے ساتھ انھوں نے اپنے فلسفیانہ استدلال اور حکیمانہ تعبیر و تشریح کا بھی پورا مظاہرہ کیا (۱۶۲)۔

حضرت ولی اللہ دہلوی کے بابِ سیرت میں فلسفیانہ افکار و حکیمانہ تشریحات کا دائرہ عمل معجزاتِ نبوی کے بالمقابل کافی محدود ہے مگر وہ ان کے رفعتِ خیال، شکوہِ استدلال اور عظمتِ تأمل کا شاہد عادل ہے۔ نبوت کے استحقاق کا ایک محرک شاہ صاحب کے خیال میں اخلاق کے کمال میں ہوتا ہے اور انبیائے کرام کی قبولیت اور نظرِ خلائق میں مقبولیت کا سوتا ان کی عالی نسبی سے پھوٹتا ہے۔ شقِ صدر کے اولین معجزہ اور اسراء و معراج سے متعلق معجزات و واقعات و امور و مقامات کی تشریح میں شاہ صاحب نے فکر و فلسفہ کی بساط بچھائی ہے۔ قلبِ مبارک کا واقعتاً اور جسماً شق کیا جانا عالمِ شہادت یعنی عالمِ اسباب و علل میں ہلاکت کا سبب بن جاتا مگر اس پر عالمِ مثال کے احکام کے غلبہ کے سبب طہارت و پاکیزگی کا حصول ہوا، ہلاکت سے نجات ملی مگر سلائی کا نشان سینۂ مبارک میں قائم رہ گیا کہ وہ عالمِ

---

(۱۶۲): ذخیرۂ حدیث اور روایاتِ محدثین پر زیادہ تکیہ کرنے کے سبب بھی شاہ صاحب کا بابِ سیرت معجزاتی بن گیا ہے۔ احادیث میں بلاشبہ واقعات و کوائف کا بھی کافی ذکر ملتا ہے تاہم ان میں زیادہ زور دینی پہلوؤں پر اور ان کا زیادہ گہرا تعلق الٰہی کارفرمائی سے ہوتا ہے۔

دوسرے شاہ صاحب چونکہ اس باب کو اسرارِ شریعت کے نقطہ نظر سے تحریر فرما رہے تھے لہٰذا اس میں اسرارِ سیرت کے پیچھے جو بنیاد و نہاد تھی وہ ماورائی اور ربانی زیادہ نظر آتی تھی۔ اور ایک طرح سے یہ حقیقت بھی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے خیالات و آراء، افکار و تخیلات، اعمال و افعال اور سنت و سیرت کی تعمیر و تشکیل میں انھیں غیر مادی اور غیر دنیاوی عناصر کی کارفرمائی بھی تھی۔ لہٰذا اس بابِ سیرت میں موضوع کا تقاضا بھی اسے ایک مخصوص رنگ و آہنگ، اسلوب و ادا اور جسم و ساخت دے گیا۔

شہادت کا ایک جزو اور بدن ہے (۱۶۳)۔

اسی طرح رسولِ اکرم ﷺ کی بشریت اور نبوت کا امتزاج جہتِ بشری اور جہتِ ملکی کے امتزاج کے ساتھ ساتھ موخر الذکر کی افضلیت، کارفرمائی اور تفوق کے ذریعہ واضح کیا ہے۔ نزولِ وحی کی کیفیت یا ملائکہ کے مشاہدہ میں قوتِ بہیمیہ پر قوتِ ملکیہ کے غلبہ کو کارفرما دکھا کر ایک امرِ مشکل کو قابلِ فہم بنایا ہے۔ شاہ صاحب کے فلسفیانہ تفکر اور حکیمانہ تعقل کا مظاہرہ سب سے زیادہ اسراء و معراج کے بیان میں مسجدِ اقصیٰ کی افضلیت، شقِ صدر، براق کی سواری، آسمانوں پر ارتقا، انبیاء سے ملاقات، سدرۃ المنتہیٰ اور بیتِ معمور وغیرہ کی حقیقت کے حوالے سے ملتا ہے اور بلاشبہ وہ شاہ صاحب کے خاص الخاص فلسفہ اسرارِ دین کا حصہ ہے (۱۶۴)۔

---

(۱۶۳) کمالِ اخلاق کا فلسفہ شاہ صاحب نے آیاتِ قرآنی: "انك لعلیٰ خلق عظیم" (قلم ۴) وغیرہ کے علاوہ احادیث و واقعاتِ سیرت پر استوار کیا ہے۔ اسی طرح عالی نسبی کی بنا پر قبولیتِ خواص اور مرجعیتِ عوام کا فلسفہ بھی۔ مگر یہ دونوں ان کے ذاتی عطایا میں معلوم ہوتے ہیں۔

شقِ صدر کے نتیجہ میں جسمِ اطہر پر سلائی کے نشان (اثر المخیط) رہ جانے کا ذکر حدیثِ نبوی میں موجود ہے۔ شاہ صاحب نے عالمِ مثال اور عالمِ مادہ میں جو باہمی تفاعل پیدا کیا ہے وہ ان کا خاص فلسفہ ہے۔ ملاحظہ ہو: مسلم، صحیح، باب الاسراء، جس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم اس سلائی کے نشان کو دیکھا کرتے تھے۔

(۱۶۴) ایک خیال آتا ہے کہ شاہ صاحب کے جہتِ بشری پر جہتِ ملکی اور قوتِ بہیمیہ پر قوتِ ملکیہ کے غلبہ کے فلسفہ اور اسراء و معراج میں شیخ اکبر ابن عربی (محمد بن علی ۵۶۰۔۶۳۸ / ۱۱۶۵۔۱۲۴۰) کے افکار و آراء اور تشریحات کو بھی کچھ نہ کچھ دخل ہے۔ دونوں کا تقابلی مطالعہ ایک دلچسپ اور اہم تحقیقی موضوع ہوگا۔ فلسفیانہ تصوف میں بالخصوص اشراقی فلسفہ میں ایسی تعبیرات و تشریحات ملتی ہیں۔ یہ طے شدہ امر ہے کہ شاہ صاحب نے اپنے فلسفہ اسرارِ دین اور صوفی فلسفہ کے لئے اپنے پیش رو صوفیہ اور فلاسفہ کی موشگافیوں سے کافی استفادہ کیا ہے۔

بعض کمزور روایات واحادیث سے استدلال

بلا شبہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنے بابِ سیرت نبوی کی بنیاد مستند ترین احادیث و روایات پر رکھی ہے تاہم اسرارِ دین اور رموزِ شریعت کھولنے اور بعض معجزاتِ سیرت کی وضاحت کرنے کے سلسلہ میں انھوں نے بعض ضعیف وغیر مستند روایات پر بھی بھروسہ کرلیا جو شاہ صاحب جیسے عظیم محدث اور عظیم ترناقدِ روایات واحادیث کے باب میں کھٹکتا ہے۔ اگرچہ ایسی روایات کی تعداد بہت کم ہے لیکن بہر حال ہے۔ ان میں سے ایک ولادتِ نبوی سے قبل والدۂ ماجدہ کے رویاء سے متعلق ہے کہ ان کے اندر سے جو نور نکلا اس نے تمام عالم کو روشن ومنور کردیا۔ یہاں تک تو بات صحیح بھی مانی جاسکتی ہے مگر اس کی یہ تعبیر نکالنا کہ تولد ہونے والے فرزند کا دین سارے جہاں پر چھا جائے گا بعد کے واقعات کو قبل از وقوع قرار دینے کی کوشش ہے۔ اسی طرح محلاتِ کسریٰ کے کنگوروں کے انہدام کی روایت ہے۔ علماءِ محققین اور محدثین فقہاء نے ان روایات کی صحت پر کلام کیا ہے۔ سفرِ شام کے دوران بحیرا راہب سے ملاقات اور اس کی پیشگوئی کو بھی ناقدینِ حدیث نے اسطوری قصہ قرار دیا ہے۔ سفرِ ہجرتِ مدینہ کے دوران غارِ ثور میں حضرت ابو بکر کی مار گزیدگی کا قصہ کسی معتبر کتابِ سیرت وحدیث میں نہیں ملتا۔ اسی طرح ام معبد کے قصہ کو بھی بزرگ محدثین کی سندِ اعتبار حاصل نہیں۔ ایسی کمزور یا کم از کم متنازعہ فیہ روایات واحادیث کے بغیر بھی شاہ صاحب اسرار ورموزِ سیرت کی گرہیں کھول سکتے تھے (۱۶۵)۔

---

(۱۶۵) سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی، اعظم گڑھ ۱۹۸۲ء، سوم، ۷۷-۷۳، "مشہور عام دلائل ومعجزات کی روایتی حیثیت" نامی باب میں ان کا روایتی اور درایتی جائزہ لیا ہے: (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

چند خطرناک تعبیرات

شاہ صاحب نے واقعاتِ سیرت اور حوادثِ عہدِ نبوی کی جو تعبیرات و تشریحات پیش کی ہیں بالعموم ان کو صحت و استناد اور قوت و اعتبار کا درجہ حاصل ہے۔ لیکن ان کی بعض تعبیرات و تشریحات خاصی ہیجان خیز اور خطرناک ثابت ہو سکتی ہیں اور ان کو واقعیت و صحت کا درجہ بھی حاصل نہیں ہے۔ ان میں ایک کا تعلق ہجرتِ نبوی کے رویائے صالحہ سے ہے۔ شاہ صاحب کا یہ خیال کہ سرسبز و شاداب کھجوروں والی جگہ کو دارالھجرۃ دکھانے کی تعبیر میں رسولِ اکرم ﷺ نے سفرِ طائف اختیار فرمایا، یہ تعبیر کی غلطی تو ہو سکتی ہے مگر اسے سورۂ حج کی آیتِ کریمہ ۵۲ میں واقع وارد القاءِ شیطانی سے جوڑ دینا بالکل صحیح نہیں ہے بلکہ بداہتاً غلط ہے (۱۶۶)۔ شاہ صاحب نے حضرت زینب سے

والدہ ماجدہ نے بوقتِ ولادت جن معجزات و آیات کا مشاہدہ کیا تھا ان کے راویوں کو نامعتبر، مجہول الحال اور ان کی روایات کو مرسل، ضعیف، بے اصل، منکر یہاں تک موضوع (جعلی) قرار دیا گیا ہے۔ امام بخاری، حافظ عراقی، ابن اسحاق، شامی، ابن حبان جیسے محدثین اور اہلِ سیر نے ان پر نقد کیا ہے (۴۴۔ ۴۳/۷)۔ محلاتِ کسریٰ کے کنگوروں کے گرنے کے بارے میں بھی جو روایات ملتی ہیں وہ غریب، مرسل اور موضوع سمجھی گئی ہیں (۴۳۔ ۴۲/۷)۔ بحیرا راہب اور نسطور راہب کے قصوں کے بارے میں بھی تنقید کی گئی ہے۔ ان کے رواۃ قابلِ جرح، مجروح، ضعیف، اور ان کی روایات مرسل، منکر، موضوع اور بے اصل ہیں (۶۶۔ ۶۱/۷)۔ غارِ ثور میں قیام کے دوران کے معجزات اور ام معبد پر نقد و تبصرہ کے لئے ملاحظہ ہو: سیرۃ النبی، سوم ۷۷۔ ۶۶/۷۔

(۱۶۶) شاہ صاحب سورہ حج ۵۲ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:...... "آنحضرت ﷺ بخواب دیدند کہ ہجرت کردہ اند بزمینی کہ نخلِ بسیار دارد۔ پس وہم بجانبِ یمامہ و ہجر رفت، ودر نفس الامر مدینہ بود۔" آیتِ کریمہ کے الفاظِ مبارکہ ہیں: "وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطن فی امنیته فینسخ الله مایلقی الشیطن ثم یحکم الله ایته والله علیم حکیم (۵۲) اس کا اردو ترجمہ از شاہ عبدالقادر دہلوی ہے: "اور جو رسول بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے یا نبی، سو جب لگا خیال باندھنے، شیطان نے ملا دیا اس کے خیال میں۔ پھر اللہ مٹاتا ہے شیطان کا ملایا۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رسولِ اکرم ﷺ کی طبعی رغبت کا حوالہ دیا ہے جس کے نتیجہ میں نکاحِ نبوی ہوا۔ یہ شاہ صاحب کی کمزور روایات اور ضعیف و موضوع احادیث سے تاثر پذیری کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے اور قرآنی بیان کے قطعاً خلاف ہے (۱۶۷)۔ اسی طرح شاہ صاحب کا یہ بیان کہ غزوۂ حنین میں اول وہلہ کی ہزیمت کے وقت اہلبیت صابر و ثابت قدم رہے خلافِ واقعہ بھی ہے اور خطرناک نتائج کا حامل بھی۔ تاریخ و سیرت، حدیث و قرآن اور تفسیر کی روایات بلاشبہ ثابت کرتی ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ کے بعض اہلبیت کے ساتھ ساتھ بہت سے دوسرے مخلص و جاں نثار مسلمان بھی ثابت قدم رہے تھے (۱۶۸)۔

اہم واقعاتِ سیرت سے گریز

استنے سے مختصر بابِ سیرت میں یہ توقع رکھنا یا مطالبہ کرنا کہ تمام واقعات و سوانح

پھر پکی کرتا ہے اپنی باتیں۔ اور اللہ سب خبر رکھتا ہے، حکمتوں والا۔" شاہ عبد القادر نے موجودہ تعبیر پدر بزرگوار تو نہیں قبول کی مگر صلحِ حدیبیہ کے موقعہ پر خوابِ نبوی کو القاءِ نفسانی قرار دیا ہے جو غلط ہے۔ دونوں خوابوں کی تعبیر نکالنے میں انسانی اندازے کی غلطی ہو سکتی تھی مگر وہ القاءِ شیطانی ہرگز نہیں تھا۔

(۱۶۷) مفصل بحث کے لئے ملاحظہ ہو: شبلی، اول، ۴۰۵-۴۴۱۔ طبعی رغبت کا حوالہ شاہ صاحب نے طبری، تاریخ، مصر ۱۹۶۱ء، دوم، ۵۶۲-۵۶۳، اور بعض دوسری کتبِ حدیث سے لیا ہے لیکن حافظ ابن حجر نے فتح الباری، کتاب التفسیر، سورہ احزاب میں اور حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ان کی تغلیط کی ہے اور ان روایات کو جعلی بتایا ہے۔

(۱۶۸) شبلی، اول ۵۴۴-۵۴۰، بالخصوص حاشیہ ایک میں توضیحِ سید سلیمان ندوی کے مطابق "پسپائی کے وقت ...... مسلمانوں کی ایک جماعت ثابت قدم رہی۔" "ان میں انصارِ کرام بھی شامل تھے۔ حضرت ابو سفیان بن حارث ہاشمی کے علاوہ سو آدمی یا اسی آدمی موجود تھے جن میں تیس سے زائد مہاجرین اور باقی انصار تھے۔ حضرات شیخین ان میں شامل تھے۔ مزید بحث کے لئے، ملاحظہ ہو: فتح الباری، کتاب المغازی، غزوہ حنین۔

کا استیعاب کر لیا جائے نامناسب بات ہے لیکن یہ بھی حیرت انگیز امر ہے کہ شاہ صاحب نے بعض اہم واقعاتِ عہد اور سوانحِ نبوی سے گریز کیا ہے جو ان کے فلسفہ اسرارِ دین اور علمِ رموزِ شریعت کے لحاظ سے بھی کافی اہم ثابت ہو سکتے تھے۔ وہ عہد ساز و رجحان ساز ہی نہیں بلکہ فلسفہ و حکمت طراز بھی تھے۔ ان میں والدین ماجدین کے علاوہ جدِ امجد عبدالمطلب کی کفالت اور ان سے محرومی کا باب بھی ایک اہم مبحث ہے۔ شاہ صاحب نے اسے نظرانداز کر دیا۔ حضرات حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمی اور عمر بن خطاب عدوی کا قبولِ اسلام، جو اسلامی تاریخ اور سیرتِ نبوی کا عہد ساز واقعہ تھا، شاہ صاحب کے خاکہ سیرت میں بار نہیں پاسکا۔ قبلِ بعثتِ نبوی کے ایسے واقعات کی فہرست طویل ہے (۱۶۹)۔

رسالت و نبوت سے سرفرازی کے بعد کے بعض اہم ترین واقعات و حوادث کی طرف اشارہ تک نہیں ملتا۔ قرآن مجید کی تنزیلی کا حراء کے حوالہ سے ذکر اشارۃً نا کافی ہے۔ دو ازواجِ مطہرات حضرت خدیجہ اور حضرت زینب کے علاوہ دوسری ازواجِ مطہرات

---

(۱۶۹) بعض عام سیرت نگاروں نے بچپن یا ولادت سے پہلے ہی والد اور والدہ ماجدہ کے سائے سے محروم ہو جانے کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کسی دنیاوی سہارے کے بغیر براہِ راست اپنی کفالت میں پروان چڑھانا چاہتا تھا۔ اسی بنا پر دادا کا بھی سہارا چھین لیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے لئے رسول اکرم ﷺ نے بنفسِ نفیس بارگاہِ الٰہی میں دعا مانگی تھی۔ اور ان کا اسلام لانا دعائے نبوی کا مستجاب ہونا تھا۔ یہ بھی ایک نبوی معجزہ تھا۔ حیرت ہے کہ شاہ صاحب نے ایسے نبوی معجزے کا ذکر نظرانداز کر دیا جس میں محدثینِ کرام کے علاوہ اہلِ سیر نے بھی حکمتِ الٰہی پوشیدہ دیکھی تھی بالخصوص حضرت عبداللہ بن مسعود کے تبصرہ کے بعد۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ابن ماجہ، سنن، عیسیٰ البابی، مصر ۱۹۵۲ء: فضل عمر، باب ۱۱: ۳۹: "اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب خاصۃ"۔ نیز سید سلیمان ندوی، سوم ۳۵-۲۳۴ وما بعد؛ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، اول: الفاروق، دار المصنفین، اعظم گڑھ ۱۹۹۳ء، ۳۰-۲۸، بحث بر اسلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔

سے نکاحِ نبوی اور اس کے واقعات جیسے ایلاء و تخییر کا بھی حوالہ نہیں (۱۷۰)۔ غزوات و سرایا میں سے اکثر کا ذکر ہے مگر بعض دوسرے غزوات جیسے اوطاس، طائف، اور سرایا جیسے سریۂ نخلہ وغیرہ اور اسی طرح دوسرے متعدد اہم واقعات سے تعرض نہیں کیا گیا۔

امتیازات و خصوصیات شاہ ولی اللہ دہلوی

اس تلخیصِ سیرت اور بابِ حیاتِ طیبہ میں تمام اختصار و کوتاہی کے باوجود مؤلفِ علام کی بلندیٔ فکر، عظمتِ خیال، وسعتِ مطالعہ، جودتِ عقل اور ندرتِ نظر کی بڑی شاندار اور عظیم مثالیں بھی نظر آتی ہیں۔ ان کا تعلق زبان و بیان سے بھی ہے، طرز واسلوب سے بھی، معلومات سے بھی ہے اور واقعات سے بھی، تشریح و تعبیر سے بھی ہے اور تفکیر و تدبیر سے بھی۔

شاہ صاحب نے اپنے اس بابِ سیرت میں جو نادر معلومات فراہم کی ہیں ان میں سے ایک اہم ترین رسول اکرم ﷺ کے سفرِ طائف کا تعلق ہجرت کے رویائے صادقہ سے قائم کرنا ہے۔ بالعموم سیرت نگار سفرِ طائف کا محرک و سبب مکہ مکرمہ کے حالات سے مایوسی اور حضرت خدیجہ اور ابو طالب کے انتقال کے بعد بنو ہاشم کی حمایت و نصرت سے محرومی کو قرار دیتے ہیں۔ جبکہ بعض جدید سیرت نگار سیرتی روایات کی بنا پر قبائلِ عرب

---

(۱۷۰) اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اکرم ﷺ کے نکاح کی حکمت، معنویت اور افادیت پر کتبِ حدیث و سیر میں کافی مواد ملتا ہے۔ نکاح سے قبل حضرت عائشہ کو رویائے نبوی میں آپ کو بطور زوجہ مطہرہ دکھایا گیا تھا۔ بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب تزویج النبی ﷺ عائشة؛ کتاب النکاح، باب نکاح الابکار، باب تزویج الصغار من الکبار وغیرہ؛ مسلم، کتاب النکاح، باب الصداق وغیرہ؛ فتح الباری، متعلقہ کتب وابواب۔

کے سامنے اسلام پیش کرنے کی نبوی تحریک و مساعی سے اس کو جوڑتے ہیں۔ شاہ صاحب کا یہ خیال و نظریہ کہ دارالھجرۃ کے متعلق رویائے صادقہ کی تعبیر آپ ﷺ نے سفرِ طائف میں ڈھونڈی تھی بالکل اچھوتا خیال اور شاید نادر ترین جزئیہ معلومات ہے۔ اسی طرح سفرِ طائف کے بعد بنو کنانہ کے پاس جانے اور ان سے امداد و نصرت نہ پانے اور عہدِ زمعہ کے دوران مکہ مکرمہ واپس تشریف لانے کا معاملہ بھی نادر و نایاب معلومات کے زمرہ میں آتا ہے (۱۷۱)۔

صلحِ حدیبیہ کے بارے میں عام مؤرخین اور سیرت نگاروں کا خیال ہے کہ مسلم فریق کے خاصے بڑے طبقہ بلکہ اکثریت کو دب کر صلح و معاہدہ کرنے پر ملال تھا اور حضرت عمر جیسے بزرگ مدبر اور دور اندیش شخص نے اس پر اپنے کرب و تشویش کا سخت ترین اظہار کیا تھا مگر یہ کسی نے نہ لکھا کہ فریقِ مخالف - قریشِ مکہ - کو بھی وہ معاہدۂ صلح ناگوار گذرا تھا۔ شاہ صاحب نے صرف ایک مختصر سے فقرہ میں اس نئی و نایاب خبر کو پیش کیا ہے اور ان کا

---

(۱۷۱) کتبِ حدیث و سیر میں ابھی تک خاکسار راقم کو کوئی ایسا حوالہ، قرینہ اور شہادہ نہیں مل سکا جو یہ ثابت کرے کہ رسول اکرم ﷺ نے مقامِ ہجرت کے بارے میں جو خوابِ صادق دیکھا تھا وہ طائف کے سفر سے قبل دیکھا تھا اور اسی کی تعبیر تلاش کرنے آپ ﷺ طائف تشریف لے گئے تھے۔ عام خیال اور تاریخی توقیت یہ ہے کہ ہجرت کے شہر سے متعلق رویائے صادقہ کا زمانہ بیعتِ عقبہ اولیٰ یا مدینہ منورہ کے انصار کرام کے قبولِ اسلام کے قریب کا زمانہ ہے۔ ملاحظہ ہو: بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ؛ کتاب احادیث الانبیاء، باب علامات النبوۃ فی الاسلام؛ مسلم، باب رویا النبی ﷺ؛ کتاب الجہاد و السیر، باب مالقی النبی ﷺ من اذی المشرکین۔ فتح الباری، متعلقہ ابواب۔ روایاتِ حدیث سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دارالھجرۃ سے متعلق آپ ﷺ نے دو خواب دیکھے تھے: پہلے میں کھجوروں والے علاقہ کو دکھایا گیا اور اس سے مراد یمامہ یا ہجر لیا گیا، دوسرے خواب میں کھجوروں والی بستی دو سنگستانوں کے درمیان دکھائی گئی جس کا اشارہ مدینہ منورہ کی طرف تھا اور یہ آپ ﷺ پر واضح ہو گیا۔ اس خواب کی توقیت ۱۳ نبوی کی گئی ہے: مسعود احمد، ۵۲۔۱۵۲؛ عہدِ زمعہ کی توضیح و تفسیر ابھی تک کسی روایت میں نہیں مل سکی۔ شاہ صاحب کا بہر حال کوئی نہ کوئی ماخذ ضرور رہا ہو گا۔

خیال صحیح معلوم ہوتا ہے کہ فریقِ ثانی کی نمائندگی کرنے والوں کے علاوہ عمومی ذہن یہی رہا ہوگا اور غالباً اسی وجہ سے اہلِ مکہ نے دو سال بعد اسے توڑنے میں جلدی کی تھی (۱۷۲)۔

نادر و قیمتی معلومات میں شاید سب سے زیادہ اہم صحابہ کرام کی وہ تعداد ہے جو رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریکِ سعادت تھی۔ شاہ صاحب نے بڑی وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ آخری حجِ نبوی میں شریک صحابہ کرام کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔ شاہ صاحب کی اس اہم "خبر" و روایت کے ماخذ کا سراغ نہیں لگ سکا۔ انھوں نے جس قطعیت اور وضاحت کے ساتھ یہ تعداد لکھی ہے وہ یقینی طور سے کسی مستند روایت، معتبر تعبیر یا معتمد استنباط پر مبنی ہوگی۔ جدید مورخین میں سے بعض نے ان کی تعداد ایک لاکھ چالیس ہزار لکھی ہے لیکن بارہویں / اٹھارھویں صدی میں اس خبر کی دریافت شاہ صاحب کا ایک بڑا عطیہ کہا جا سکتا ہے (۱۷۳)۔

جودتِ فکر یا صلابتِ نظر کا ایک ثبوت حضرت خدیجہ اور ابو طالب کے انتقال کے حوالے میں ملتا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں دشمن و دوست کا اتفاق ہے کہ وہ مسلمان ہی نہیں اولین مسلم تھیں اور بقول شبلی "سننے سے پہلے مومن تھیں"۔ ابو طالب کے بارے میں جمہور محققین اور محدثین کا بالخصوص حضرت امام بخاری کا واضح عقیدہ ہے کہ ان کی موت کفر پر ہوئی تھی۔ شاہ ولی اللہ نے صرف ایک جملہ یا دو جملوں۔ ولما ماتت خديجة رضى الله عنها . ومات ابو طالب عمه۔ لکھ کر واضح کر دیا کہ وہ امام بخاری اور جمہور محققین اور اکابر

---

(۱۷۲) کتبِ حدیث و سیر میں صلحِ حدیبیہ اور فتحِ مکہ کا باب ملاحظہ ہو۔

(۱۷۳) ڈاکٹر محمد حمید اللہ، محمد رسول اللہ، اردو ترجمہ از نذیر حق، نقوش رسول نمبر لاہور ۱۹۸۳ء، ۵۸۹۔

محدثین واہلِ سیر سے اتفاقِ کلی رکھتے ہیں۔اس جملہ میں شاہ صاحب کی ذہانت وفطانت بھی پوری طرح جھلکتی ہے۔وہ ایک ہی فعل "مات" کے ذریعہ ان دونوں کی موت کی اطلاع دے سکتے تھے مگر انھوں نے یہی فعل دو جگہ استعمال کیااور حضرت خدیجہ کے لئے رضی اللہ عنہا کا دعائیہ فقرہ استعمال کر کے ان کے اسلام کا اور اس کے عدم استعمال سے ابو طالب کے کفر کا اظہار کر دیا(۱۷۴)۔

حضرت شاہ کا غالباً سب سے عظیم و جمیل نظریۂ خلافت ہے۔عام اہلِ سیر، محدثین اور مفکرین وفاتِ نبوی کے بعد خلافت اور خلیفۃ اللہ کے نظریہ وادارہ کے آغاز و ارتقاء کی بات کرتے ہیں۔شاہ صاحب نے حیاتِ نبوی ہی میں اس کے آغاز وارتقاء اور تکمیل کا خیال پیش کر کے اسے نئی جہات اور نئے معانی دئے ہیں۔یہودِ مدینہ منورہ کے خلاف غزواتِ نبوی اور ان کے اموال پر قبضہ وتصرفِ مسلم کو انھوں نے توسیعِ اسلامی قرار دیا ہے مگر خیبر کی فتح اور اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں میں جہاد کے لئے کثیر مال و دولت آنے کو نظامِ خلافت کے آغاز اور رسولِ اکرم ﷺ کے "خلیفۃ اللہ فی الارض" بن جانے سے تعبیر کیا ہے۔پھر قبائلِ عرب میں عمال کی تقرری اور علاقہ جات میں قضاۃ کے نصب کو تکمیلِ خلافت کے مترادف بتایا ہے۔یہ دراصل خلافتِ الٰہی کا نظریہ ہے جو شاہ

---

(۱۷۴) شبلی، اول ۲۰۵،۹۔۷ ۲۴، ابو طالب کے قبولِ اسلام کے بارے میں خطیبانہ انداز استعمال کر کے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ان کی زبان پر موت کے وقت کلمہ طیبہ جاری تھا۔لیکن ان کے جامع سید سلیمان ندوی نے صحیح بخاری کے حوالہ سے کفر پر ان کی موت ہونے کو ثابت کیا ہے۔ملاحظہ ہو: بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قصة ابی طالب؛ کتاب الجنائز، باب اذاقال المشرك عند الموت لااله الاالله: مسلم، کتاب الایمان، باب اول الایمان قول لااله الاالله نحوہ؛ فتح الباری، متعلقہ ابواب۔

صاحب کی جودتِ فکر کا بین ثبوت ہے۔ شاہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ، ازالۃ الخفاء، تفہیماتِ الٰہیہ، فیوض الحرمین اور بعض دوسری کتابوں میں رسول اکرم ﷺ اور بعض دوسرے انبیاءِ کرام کی خلافتِ الٰہی کا تصور بہت واضح انداز میں پیش کیا ہے۔ یہ ایک طویل بحث ہے جو کبھی الگ پیش کی جائے گی(۱۷۵)۔

حرفِ آخر

بارہویں صدی ہجری / اٹھارہویں صدی عیسوی کے تقریباً وسط میں تصنیف کردہ عظیم کتابِ علم و معرفت - حجۃ اللہ البالغہ - کا مختصر بابِ سیرتِ نبوی اپنے عظیم و علام مؤلف حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے تبحر علم اور کمالِ فن کا ایک عظیم و جلیل نمونہ تو ہے ہی، وہ سیرتِ نبوی پر تحریر کردہ مختصرات و تلخیصات میں ایک برتر مقام و وقیع تر منزلت پانے کا بھی حقدار ہے۔ چند صفحات میں جس طرح پوری سیرتِ نبوی کو سمودیا ہے وہ دریا کو کوزہ میں بند کر دینے ہی کے نہیں، بحرِ علم و معرفت کو سمودینے کے مترادف ہے۔

شاہ صاحب کی زبان و تعبیر اور انداز و اسلوب فصاحت و بلاغت کا خوبصورت اور عظیم مرقع ہے۔ سلاست و روانی کے ساتھ ساتھ وہ انتہائی بلند ادبی معیار کی حامل ہے۔ یہ فصاحت و بلاغت اور ادبیت دراصل کتبِ حدیث نبوی سے استفادہ کا فیضان ہے بلکہ

---

(۱۷۵) ملاحظہ ہو: حجۃ اللہ البالغہ، ۲/۵۱-۱۴۹: بحث خلافت: التفہیمات الالٰہیہ، اول، ۱۳-۱۲: فیوض الحرمین، مشہد ۳۶ وغیرہ: اردو ترجمہ محمد سرور، سندھ ساگر اکادمی، لاہور ۱۹۹۶ء، مشاہدہ ۳۶، ۱۱-۲۰۹ وغیرہ۔ نیز غلام حسین جلبانی، شاہ ولی اللہ کی تعلیم، لاہور ۱۹۹۹ء، بحث بر سیاست: عبید اللہ سندھی، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ: شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک، لاہور ۱۹۹۸ کے متعلقہ مباحث۔

کہا جا سکتا ہے کہ فصاحت و بلاغتِ نبوی کا الہامی فیض و اثر ہے۔

تاریخ، یوم، ماہ اور سنہ کی قطعیت سے محروم ہونے کے باوجود شاہ صاحب کا بابِ سیرت واقعات و سوانح کو تاریخی ترتیب و زمانی تنظیم کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ اور صرف عام سوانح اور واقعات کو ہی نہیں وقت کا پابند و متعین بناتا ہے بلکہ ان کے دوش بدوش قرآنی آیاتِ کریمہ، معجزاتِ نبوی اور دینی امور کے علاوہ دوسرے تہذیبی و تمدنی امور کو بھی ان سے ہم آہنگ کرتا ہے۔

صحت و معتبریت کے لحاظ سے حضرت شاہ کا باب سیر النبی ﷺ اعلیٰ مقام و مرتبہ کا حامل ہے کیونکہ وہ صحیح ترین احادیث و روایات بالخصوص امام بخاری اور امام مسلم کی صحیحین پر مبنی ہے، اگرچہ اس میں بعض ضعیف و کمزور روایات بھی در آئی ہیں اور غالباً روایت پسندی کی بنا پر۔ شاہ صاحب نے کتبِ سیرت کی مستند روایات سے بھی بھرپور استفادہ کر کے اسے مجمع البحرین بنا دیا ہے۔

سیرتِ نبوی کے اعجازی پہلوؤں پر زور دینے کے باوجود شاہ صاحب نے رسولِ اکرم ﷺ کی بشری حیثیت کو بھی نمایاں کیا ہے اگرچہ وہ کافی غیر اہم اور ثانوی ہے۔ شاہ صاحب نے معجزات اور سیرت کے ملکوتی پہلوؤں پر اتنا زور اپنے فلسفہ اسرارِ دین کی بنا پر بھی دیا ہے اور شاید اس سے زیادہ اس سبب سے کہ حضرت محمد بن عبد اللہ ہاشمی ﷺ کو محض انسانِ کامل، مصلحِ قوم یا رہنمائے امت نہ سمجھ لیا جائے بلکہ آپ ﷺ کی ذاتِ والا صفات کو ذاتِ مطلقِ الٰہی کا عظیم ترین رسول، افضل الانبیاء اور خاتم المرسلین تسلیم کیا جائے اور اسی حیثیتِ عالی سے آپ کی پیروی کر کے فوز و فلاحِ دارین حاصل کیا جائے۔

و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و خلفائہ و امتہ اجمعین!

کتابیات

کتابیات

اللہ تعالیٰ	**القرآن المجید**
ابن ابی الحدید (عبدالحمید بن ہبۃ اللہ، م ۶۵۵ھ / ۱۲۵۹ء)	شرح نہج البلاغہ، قاہرہ ۱۹۵۹ء
ابن اثیر (عزالدین علی بن محمد، م ۶۳۰ھ / ۱۲۳۳ء)	اسد الغابہ، تہران ۱۹۰۹ء؛ الکامل فی التاریخ، بیروت ۱۹۶۵ء
ابن اسحاق (محمد بن اسحاق، م ۱۵۰ھ / ۷۶۷ء)	السیرۃ النبویہ / سیرۃ رسول اللہ، رباط ۱۹۶۷ء
ابن حجر عسقلانی (احمد بن علی، م ۸۵۲ھ / ۱۴۴۸ء)	الاصابہ فی تمیز الصحابہ، قاہرہ ۱۹۳۷ء؛ تہذیب التہذیب، حیدر آباد دکن ۱۹۱۱ء؛ فتح الباری فی شرح البخاری، مکتبہ دار السلام ریاض ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۷ء؛ لسان المیزان، حیدر آباد دکن ۱۹۱۱ء۔
ابن حزم (علی بن احمد، م ۴۵۶ھ / ۱۰۶۴ء)	جمہرۃ انساب العرب، قاہرہ ۱۹۴۸ء؛ جوامع السیرۃ، قاہرہ ۱۹۵۶ء۔
ابن حنبل (احمد بن محمد، م ۲۴۱ھ / ۸۵۵ء)	المسند، قاہرہ ۱۹۴۹ء۔
ابن خلدون (عبدالرحمٰن بن محمد، م ۸۰۴ھ / ۱۴۰۶ء)	کتاب العبر (تاریخ ابن خلدون) بیروت ۱۹۶۵ء؛ المقدمہ، مطبعہ مصطفیٰ محمد، قاہرہ (غیر مورخہ)
ابن خلکان (احمد بن محمد، م ۶۸۱ھ / ۱۲۸۱ء)	وفیات الاعیان، بولاق ۱۸۵۹ء۔
ابن سعد (محمد بن سعد، م ۲۳۰ھ / ۸۴۵ء)	الطبقات الکبریٰ، بیروت ۸-۱۹۵۷ء۔
ابن سید الناس (محمد بن محمد، م ۷۳۴ھ / ۱۳۳۴ء)	عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، قاہرہ ۱۹۳۷ء، بیروت ۱۹۸۶ء۔

ابن الطقطقی (محمد بن علی طباطبا، م ۷۰۹ھ / ۱۳۰۹ء) — کتاب الفخری، قاہرہ ۱۸۹۹ء۔

ابن عبدالبر (یوسف بن عبداللہ، م ۴۶۳ھ / ۱۰۷۰ء) — الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، حیدر آباد دکن ۱۹۰۰ء؛ الدرر فی اختصار المغازی والسیر، دار المعارف قاہرہ ۱۹۸۳ء۔

ابن عبدربہ (احمد بن محمد، م ۳۲۸ھ / ۹۴۰ء) — العقد الفرید، قاہرہ ۱۹۴۰ء۔

ابن العربی (قاضی محمد بن عبداللہ، م ۵۴۳ھ / ۱۱۴۸ء) — احکام القرآن، قاہرہ ۱۹۵۷ء۔

ابن العماد حنبلی (عبدالحی بن محمد، ۱۰۸۹ھ / ۱۶۸۷ء) — شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، قاہرہ ۱۳۵۰ء۔

ابن قتیبہ (عبداللہ بن مسلم دینوری، م ۲۷۶ھ / ۸۸۹ء) — الشعر والشعراء، لائیڈن ۱۹۰۲ء؛ عیون الاخبار، قاہرہ ۱۹۲۵ء؛ کتاب المعارف، قاہرہ ۱۹۶۰ء۔

ابن قیم الجوزیہ (محمد بن ابوبکر، م ۷۵۱ھ / ۱۳۵۰ء) — بلوغ السول فی اقضیۃ الرسول، الہند ۱۸۷۵ء؛ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، قاہرہ ۱۹۷۱ء۔

ابن کثیر (اسمٰعیل بن عمر، م ۷۷۴ھ / ۱۳۷۳ء) — السیرۃ النبویہ، بیروت ۱۹۸۳ء؛ البدایہ و النہایہ، قاہرہ ۱۹۳۲ء؛ الفصول فی سیرۃ الرسول، دمشق ۱۴۰۲۔۳ھ۔

ابن ماجہ (محمد بن یزید، م ۲۷۳ھ / ۸۸۶ء) — سنن، قاہرہ ۱۹۵۲ء۔

ابن منظور (محمد بن مکرم، م ۷۱۱ھ / ۱۳۱۱ء) — لسان العرب، بیروت ۱۹۵۵۔۶ء۔

ابن ہشام (عبدالملک بن ہشام، م ۲۱۸ھ / ۸۳۳ء) — السیرۃ النبویہ، قاہرہ ۱۹۵۵ء۔

ابو حنیفہ دینوری (احمد بن داؤد، م ۲۸۲ھ / ۸۹۵ء) — کتاب الاخبار الطوال، لائیڈن ۱۸۸۸ء۔

ابوداؤد (سلیمان ابن الاشعث، م ۲۷۵ھ / ۸۸۸ء) — السنن، قاہرہ ۱۹۲۲ء۔

ابوزرعہ دمشقی (عبدالرحمٰن بن عامر، م ۲۸۲ھ / ۸۹۵ء) — سیرۃ رسول اللہ ﷺ و تاریخ الخلفاء الراشدین، دمشق ۱۹۸۰ء۔

ابوعبید قاسم بن سلام (م ۲۲۴ھ / ۸۳۶ء) — کتاب الاموال، قاہرہ ۱۹۳۴ء۔

ابو یوسف (یعقوب بن ابراہیم، م ۱۸۲ھ / ۷۹۸ء) — کتاب الخراج، قاہرہ ۱۹۳۳ء۔

ازرقی (محمد بن عبداللہ، م ۲۴۴ھ / ۸۵۸ء) — اخبار مکہ، بیروت ۱۹۶۴ء۔

بخاری (محمد بن اسمٰعیل، م ۲۵۶ھ / ۸۷۰ء) — الجامع الصحیح، قاہرہ ۱۹۵۵ء؛ التاریخ الکبیر، حیدر آباد دکن ۱۹۴۱ء۔

بغدادی (محمد بن حبیب، م ۲۴۵ھ / ۸۴۹ء) — کتاب المحبر، حیدر آباد دکن ۱۹۴۲ء؛ کتاب المنمق، حیدر آباد دکن ۱۹۶۴ء۔

بلاذری (احمد بن یحییٰ بن جابر، م ۲۷۹ھ / ۸۹۲ء) — انساب الاشراف، اول قاہرہ ۱۹۵۹ء؛ چہارم، پنجم، یروشلم ۱۹۳۸ء، ۱۹۳۶ء؛ فتوح البلدان، قاہرہ ۱۹۳۲ء۔

ترمذی (محمد بن عیسیٰ، م ۲۷۹ھ / ۸۹۲ء) — الجامع الصحیح، حمص ۱۹۶۹ـ۷۱ء؛ الشمائل النبویہ، قاہرہ ۱۸۶۳ء و مابعد۔

جہشیاری (محمد بن عبدوس، م ۳۳۱ھ / ۹۴۲ء) — کتاب الوزراء والکتاب، قاہرہ ۱۹۳۸ء۔

جمحی (محمد بن سلام، م ۲۳۱ھ / ۸۴۵ء) — طبقات فحول الشعراء، قاہرہ ۱۹۵۲ء۔

خلیفہ بن خیاط (م ۲۴۰ھ / ۸۵۴ء) — کتاب الطبقات، دمشق ۱۹۶۶ـ۶۷ء؛ کتاب التاریخ، دمشق ۱۹۶۷ء۔

ذہبی (محمد بن احمد، م ۷۴۸ھ / ۱۳۴۷ء) — تاریخ الاسلام، قاہرہ ۱۹۷۳ء؛ میزان الاعتدال، قاہرہ ۱۹۱۰ء؛ تذکرۃ الحفاظ، حیدر آباد دکن ۱۹۱۴ـ۱۵ء۔

زبیری (مصعب بن عبداللہ، م ۲۳۶ھ / ۸۵۱ء) — نسب قریش، قاہرہ ۱۹۵۳ء۔

سمہودی (علی بن عبداللہ، م ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء) — وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ، قاہرہ ۱۹۰۸ـ۹ء۔

سہیلی (عبدالرحمٰن بن عبداللہ، م ۵۸۱ھ / ۱۱۸۵ء) — الروض الانف، قاہرہ (غیر مورخہ)

شامی (محمد بن یوسف دمشقی، م ۹۴۲ھ / ۱۵۳۵ء) — سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد (سیرۃ شامی) قاہرہ ۱۹۷۵ء۔

طبری (محمد بن جریر، م ۳۱۰ھ / ۹۲۳ء) — تاریخ الرسل والملوک (تاریخ طبری) قاہرہ ۱۹۶۰ء؛ تہذیب الآثار، مرتبہ محمود

محمد شاکر، ریاض ۱۹۸۲ء؛ جامع البیان عن تاویل آی القرآن (تفسیر طبری) قاہرہ ۱۹۶۰ء۔

فاکہی (محمد بن اسحاق، م ۲۷۲ھ / ۸۸۶ء) — المنتقی فی اخبار ام القریٰ، بیروت ۱۹۶۴ء۔

قاضی عیاض (بن موسیٰ یحصبی، م ۵۴۲ھ / ۱۱۴۷ء) — الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، قاہرہ ۱۹۵۰ء۔

مالک بن انس (م ۱۷۹ھ / ۷۹۵ء) — موطا، قاہرہ ۱۹۵۱ء۔

ماوردی (علی بن محمد، م ۴۵۰ھ / ۱۰۵۸ء) — الاحکام السلطانیہ، قاہرہ ۱۸۸۱ء۔

مسعودی (علی بن حسین، م ۳۴۵ھ / ۹۵۶ء) — مروج الذہب، قاہرہ ۱۹۲۷ء؛ کتاب التنبیہ والاشراف، لائیڈن ۱۸۹۴ء۔

مسلم بن حجاج قشیری (م ۲۶۱ھ / ۸۷۵ء) — الجامع الصحیح، قاہرہ ۱۹۵۵ء۔

مقریزی (احمد بن علی، م ۸۴۵ھ / ۱۴۴۲ء) — امتاع الاسماع، قاہرہ ۱۹۴۱ء۔

نسائی (احمد بن شعیب، م ۳۰۳ھ / ۹۱۵ء) — سنن، کانپور ۱۸۸۲ء۔

نووی (یحییٰ بن شرف الدین، م ۶۷۶ھ / ۱۲۷۷ء) — ریاض الصالحین، دمشق ۱۹۷۶ء؛ شرح صحیح مسلم، قاہرہ ۱۹۲۸ء۔

واقدی (محمد بن عمر، م ۲۰۷ھ / ۸۲۲ء) — کتاب المغازی، لندن ۱۹۶۶ء۔

ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء)

الارشاد الیٰ مہمات علم الاسناد — مطبع احمدی دہلی ۱۳۰۷ھ / ۱۸۸۹ء؛ سجاد پبلشرز لاہور ۱۹۶۰ء۔

ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء — مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء؛ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۹۷۶ء، قدیمی کتب خانہ کراچی، غیر مورخہ مع اردو ترجمہ عبدالشکور فاروقی، انشاء اللہ، حامد الرحمٰن فاروقی، اشتیاق احمد دیوبندی۔

اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم — مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۸ھ۔

الطاف القدس	مطبع احمدی دہلی ۱۳۰۷ھ، متن مع اردو ترجمہ از عبدالحمید سواتی، گوجرانوالہ ۱۹۶۴ء، انگریزی ترجمہ غلام حسین جلبانی اور ڈی پنڈل بری (D.Pendelberry) لندن ۱۹۸۴ء، بعنوان: The Sacred Knowledge
الانتباہ فی اسناد حدیث رسول اللہ ﷺ	مطبع احمدی دہلی ۱۳۱۱ھ، مکتبہ سلفیہ ۱۹۶۹ء (ملخص / دو ابواب بعنوان اتحاف النبیہ)۔
انفاس العارفین	مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۵ھ، کراچی ۱۳۵۸: اردو تراجم سید محمد فاروق قادری، لاہور ۱۹۷۴ء: مکتبہ الفلاح دیوبند غیر مورخہ؛ محمد اصغر فاروقی، لاہور ۱۹۷۷ء؛ محمد ایوب قادری، لاہور۔
الانصاف فی بیان سبب الاختلاف	مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۱ء: مطبع صدیقی بریلی ۱۳۰۷ھ؛ مرتبہ رشید احمد جالندھری، لاہور ۱۹۷۱ء؛ مرتبہ محی الدین خطیب، قاہرہ ۱۹۶۵ء بعنوان "انصاف البیان فی سبب الاختلاف"؛ مرتبہ عبدالفتاح ابو غدہ، دار الثقافہ بیروت ۸-۱۹۷۷ء: اردو تراجم بعنوان کشاف، محمد عبداللہ بلیادی لکھنؤ ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۶ء؛ بعنوان وصاف از عبد الشکور فاروقی، عمدۃ المطابع، لکھنؤ ۱۹۱۰ء؛ بعنوان "اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ" از صدر الدین اصلاحی مکتبہ جماعت اسلامی رامپور ۱۹۵۲ء، مرکزی مکتبہ

	اسلامی، نئی دہلی ۱۹۸۶ء۔
البدور البازغة	مجلس علمی ڈابھیل ۱۳۵۴ھ، شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ ۱۹۷۰ء؛ اردو ترجمہ قاضی مجیب الرحمٰن، ادارہ مطبوعات لاہور ۲۰۰۰ء؛ انگریزی تراجم: جے ایم ایس بلجان، اشرف لاہور ۱۹۸۸ء غلام حسین جلبانی، ہجرہ کونسل اسلام آباد ۱۹۸۵ء۔
تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء	مرتبہ غلام مصطفیٰ قاسمی، شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ ۱۹۶۶ء؛ اردو ترجمہ مطبع احمدی دہلی ۱۸۹۹ء؛ الرحیم، جلد ۳، شمارہ ۱۲ مئی ۱۹۶۶ء؛ انگریزی تراجم: غلام حسین جلبانی، حیدر آباد سندھ ۱۹۷۲؛ جے ایم ایس بلجان بعنوان **A Mystical Interpretation of Prophet Tales by An Indian Muslim:Shah Wali Allah of Dehli's Tawil al-Ahadith,** لائیڈن (برل) ۱۹۷۳ء۔
التفہیمات الالٰہیہ	مجلس علمی ڈابھیل (سورت) ۱۳۵۵ھ؛ مدینہ برقی پریس بجنور ۱۹۳۶ء؛ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ ۱۹۷۳ء۔
حجۃ اللہ البالغہ	مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۶ھ، مطبع بولاق مصر ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۷ء، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ قاہرہ ۱۳۵۲ھ / ۱۸۳۳ء، ملتزم الطبع والنشر، دار الکتب الحدیثہ، قاہرہ ۱۹۵۲ء۔ ۱۹۵۳ء، کتاب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۹۵۳ء؛

	اردو تراجم: ابو محمد عبد الحق حقانی، اصح المطابع کراچی غیر مورخہ، بعنوان "نعمۃ اللہ السابغۃ"؛ خالد احمد اسرائیلی، کتاب خانہ اسلامی، لاہور، غیر مورخہ، بعنوان "آیات اللہ الکاملۃ"؛ عبد الرحیم، احسن برادرز لاہور، غیر مورخہ۔
الخیر الکثیر	مدینہ برقی پریس بجنور ۱۳۵۲ھ؛ مجلس علمی ڈابھیل ۱۳۵۴ھ؛ مکتبہ القاہرہ ۱۹۷۴ء؛ اردو تراجم: عبد الرحیم پشاوری بمبئی؛ غلام محمد سورتی، غیر مورخہ؛ انگریزی ترجمہ غلام حسین جلبانی، شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ ۱۹۷۴ء۔
الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین	سہارنپور ۱۲۹۲ھ /۱۸۷۵ء؛ اردو ترجمہ۔
سرور المحزون فی سیر الامین المامون	مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۹۹ء؛ ۱۳۰۸ھ؛ دار الاشاعت کراچی ۱۳۵۸ھ؛ اردو تراجم: مولا بخش چشتی، مطبع ستارہ ہند دہلی ۱۳۱۵ھ، بعنوان "کنز المکنون"؛ عاشق الٰہی، مطبع محمدی دہلی، بعنوان الذکر المیمون ابو القاسم بن عبد العزیز ہسوی، ٹونک ۱۲۷۱ھ، بعنوان "عین العیون"۔
سطعات	مطبع احمدی دہلی ۱۳۰۷ھ، کراچی ۱۹۳۹ء؛ مرتبہ غلام مصطفیٰ قاسمی، شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ ۱۹۶۴ء؛ اردو تراجم غلام مصطفیٰ قاسمی، شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ ۱۹۶۴ء؛ سید محمد متین ہاشمی، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۸۶ء؛ انگریزی ترجمہ غلام حسین جلبانی، حیدر آباد سندھ

	۱۹۷۰ء، کتاب بھون، نئی دہلی ۱۹۸۱ء۔
شرح تراجم ابواب صحیح البخاری	دار المعارف عثمانیہ، حیدر آباد دکن ۱۹۴۹ء، اصح المطابع، دہلی، مطبع نور الانوار آرہ۔
عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید	مطبع صدیقی بریلی ۱۳۰۹ھ، مکتبہ سلفیہ لاہور ۱۹۶۵ء، مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۵ء مع اردو تراجم: بعنوان "سلک مروارید" ۱۳۱۰ھ؛ محمد عبد الشکور فاروقی؛ ساجد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی، قرآن محل کراچی ۱۳۷۹ھ؛ انگریزی ترجمہ (ملخص) محمد داؤد رہبر، مسلم ورلڈ جلد ۵۵، شمارہ ۴، اکتوبر ۱۹۵۵ء۔
الفتح الخبیر	مطبع احمدی ہگلی ۱۲۴۹ھ / ۱۸۳۴ء نولکشور لکھنو ۱۳۱۴ھ۔
فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن	مطبع ہاشمی میرٹھ ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۹ء، مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۴ھ؛ لکھنو ۱۹۰۲ء؛ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی، غیر مورخہ، تاج کمپنی، لاہور ۱۹۸۶ء۔
الفوز الکبیر فی اصول التفسیر	مطبع احمدی ہگلی ۱۲۴۹ھ / ۱۸۳۴ء؛ مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۹۸ء، مکتبہ سلفیہ لاہور ۱۹۵۱ء؛ اردو تراجم: رشید احمد انصاری، مکتبہ برہان دہلی ۱۹۶۳ء؛ لاہور...... ؛ محمد سالم عبید اللہ، اردو اکیڈمی کراچی، (غیر مورخہ) قدیمی کتب خانہ کراچی، غیر مورخہ، متعدد طباعتیں۔ عربی تراجم: محمد اعزاز علی، دیوبند، سلمان حسینی ندوی لکھنو، ابو سفیان مفتاحی، مفتاح العلوم مئو، مفتی دیوبند، انگریزی ترجمہ غلام حسین جلبانی،

	قومی ہجرہ کونسل اسلام آباد ۱۹۸۵ء؛ بعنوان: **The Principles of Quran Commentary**
فیوض الحرمین	مطبع احمدی دہلی ۱۳۰۸ھ، مع اردو ترجمہ؛ محمد سعید کراچی، غیر مورخہ؛ محمد سرور جامعی، سندھ ساگر اکیڈمی لاہور ۱۹۴۷ء؛ ۱۹۶۷ء، ۱۹۹۹ء، بعنوان "مشاہدات ومعارف"؛ اقبال بک ڈپو کراچی، غیر مورخہ۔
قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین	مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۲۰ھ، مطبع روزانہ اخبار دہلی ۱۸۹۹ء، مکتبہ سلفیہ لاہور ۱۹۷۶ء؛ اردو ترجمہ احمد علی، علوی پریس لکھنو ۱۲۹۶ء؛ مفید عام پریس آگرہ ۱۲۹۵ء۔
القول الجمیل فی بیان سواء السبیل	مطبعۃ الجمالیہ مصر ۱۲۹۰ھ، مطبع نظامی کانپور ۱۲۹۱ھ اور ۱۳۰۷ھ؛ اردو تراجم: خرم علی بلہوری، علی بھائی شرف علی بمبئی غیر مورخہ، بعنوان "شفاء العلیل"، منظور بک ڈپو دہلی، غیر مورخہ؛ محمد سرور جامعی، سندھ ساگر اکیڈمی لاہور ۱۹۴۶ء، ۱۹۹۸ء، بعنوان "تصوف کے آداب واشغال اور ان کا فلسفہ"۔
کلمات طیبات	مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ۔
لمحات	مرتبہ غلام مصطفی قاسمی، شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ غیر مورخہ؛ انگریزی ترجمہ غلام حسین جلبانی، ڈی بی فرائی، حیدر آباد سندھ، ۱۹۷۰ء، لندن ۱۹۸۶ء بعنوان **Sufism and the Islamic**

	Tradition, Lamhat and Sataat of Shah Wali Allah of Dehli
المسویٰ	مطبع مرتضوی دہلی ۱۲۹۳ھ، ۱۳۴۷ھ؛ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ؛ اردو ترجمہ: الرحیم جلد ۱، شمارہ ۵، اکتوبر ۱۹۶۳ء، جلد ۱، شمارہ ۶، نومبر ۱۹۶۳ء۔
المصفیٰ	مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء، مطبع مرتضوی دہلی ۱۲۹۳ھ، محمد علی کارخانہ اسلامی کتب کراچی ۱۹۸۰ء؛ اردو تراجم: الرحیم جلد ۱، شمارہ ۵، اکتوبر ۱۹۶۳ء؛ سید عبداللہ، مطبع احمدی کلکتہ ۱۲۹۴ھ۔
المقدمۃ السنیۃ فی انتصار الفرقۃ السنیۃ	ابوالخیر اکیڈمی دہلی (عربی ترجمہ فارسی رسالہ ردروافض از مجدد الف ثانی)۔
مکتوبات شاہ ولی اللہ دہلوی فارسی	مرتبہ محمد عطاء اللہ حنیف، مکتبہ سلفیہ لاہور ۱۹۸۳ء۔
نادر مکتوبات حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	اردو ترجمہ (دو جلدیں) نسیم احمد فریدی، حضرت شاہ ولی اللہ اکیڈمی پھلت ۱۹۹۸ء۔
وصیت نامہ	مطبع احمدی ہگلی، غیر مورخہ: اردو ترجمہ مطبع مجتبائی دہلی مع رسالہ دانشمندی۔
ہمعات	لاہور ۱۹۴۱ء؛ مرتبہ غلام مصطفی قاسمی شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ ۱۹۶۴ء؛ اردو تراجم: محمد سرور، سندھ ساگر اکیڈمی لاہور ۱۹۶۴ء، ۱۹۹۹ء، مکتبہ رحمانیہ دیوبند ۱۹۶۹ء۔
ہوامع شرح حزب البحر	مطبع احمدی دہلی ۱۳۰۷ھ، مطبع روزانہ اخبار دہلی، غیر مورخہ۔

یاقوت حموی (م ۶۲۶ھ / ۱۲۲۹ء)
ارشاد الاریب، لائیڈن ۳۱-۱۹۰۷ء؛ معجم البلدان، بیروت ۱۹۵۶ء۔

یحیٰ بن آدم (م ۲۰۳ھ / ۸۱۸ء)
کتاب الخراج، لائیڈن ۱۸۹۶ء۔

یعقوبی (احمد بن ابی یعقوب، م ۲۸۴ھ / ۸۹۷ء)
تاریخ، بیروت ۱۹۶۰ء؛ کتاب البلدان، لائیڈن ۱۸۶۰ء، قاہرہ ۱۹۵۵ء۔

اہم ثانوی کتابیں

ابوالاعلیٰ مودودی
خلافت وملوکیت، دہلی ۱۹۶۹ء؛ سیرت سرور عالم، دہلی ۱۹۸۱ء۔

ابوالکلام آزاد
رسول رحمت، دہلی ۱۹۸۲ء۔

ابوالحسن علی ندوی
نبی رحمت؛ اردو ترجمہ السیرۃ النبویہ لکھنو ۱۹۷۸ء اور جدہ ۱۹۸۹ء بالترتیب۔

احمد امین
فجر الاسلام، قاہرہ ۱۹۶۴ء؛ ضحیٰ الاسلام، قاہرہ ۱۹۶۴ء۔

اطہر عباس رضوی
شاہ ولی اللہ اینڈ ہز ٹائمس، کینبرا ۱۹۸۰ء۔

اکرم ضیاء عمری
المجتمع المدنی فی عہد النبوۃ، مدینہ منورہ ۱۹۸۳ء؛ السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ، قطر ۱۹۹۱ء۔

بقا مظہر
اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ، اسلام آباد ادارہ تحقیقات اسلامی ۱۹۷۹ء۔

بلجان، جے ایم ایس (Baljon JMS)
Religion and Thought of Shah Wali Allah Dihlawi لائیڈن ۱۹۸۶ء۔

خلیق احمد نظامی
شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، دہلی ۱۹۶۹ء۔

ڈی، سی، ڈینیٹ (D.C.Dennett)
Conversion and Poll-Tax in Early Islam کیمبرج ۱۹۵۰ء۔
اردو ترجمہ: "جزیہ اور اسلام"، غلام رسول مہر، لاہور ۱۹۷۱ء۔

ریوبن لیوی(Ruben Levy)	دی سوشل اسٹرکچر آف اسلام، کیمبرج ۱۹۵۰ء۔
شاہ محمد سلیمان منصور پوری	رحمۃ للعالمین، دہلی ۱۹۸۰ء۔
شاہ معین الدین احمد ندوی	تاریخ اسلام، اعظم گڑھ ۱۹۵۳ء۔
شبلی نعمانی وسید سلیمان ندوی	سیرت النبی، اعظم گڑھ ۱۹۷۶ء۔
صالح احمد علی	تنظیمات الرسول الاداریہ فی المدینہ، بغداد ۱۹۶۰ء۔
عبدالرشید عراقی	شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، نور اسلام اکیڈمی لاہور ۱۹۹۹ء۔
عبید اللہ سندھی	شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ، لاہور ۱۹۴۷، ۱۹۹۸ء شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک، لاہور ۱۹۷۰ء؛ اردو شرح حجۃ اللہ البالغہ، مکتبات حکمت، لاہور غیر مورخہ۔
غلام حسین جلبانی	لائف آف شاہ ولی اللہ، لاہور ۱۹۷۸ء؛ شاہ ولی اللہ کی تعلیم، لاہور ۱۹۶۳ء، ۱۹۹۹ء؛ ٹیچنگ آف شاہ ولی اللہ، لاہور ۱۹۶۷ء۔
فرانسسکو جبرئیلی	اے شارٹ ہسٹری آف دی عربس، لندن ۱۹۶۵ء۔
فلپ کے ہٹی	دی ہسٹری آف دی عربس، نیویارک ۱۹۶۴ء؛ میکرز آف عرب ہسٹری، لندن ۱۹۶۹ء۔
مارگولیتھ، ڈی، ایس	محمد اینڈ رائز آف اسلام، لندن ۱۹۰۵ء۔
محمد ادریس کاندھلوی	سیرۃ المصطفیٰ، دیوبند، غیر مورخہ۔
محمد حمید اللہ	عہد نبوی کا نظام حکمرانی، حیدر آباد ۱۹۴۹ء؛ محمد رسول اللہؐ، لاہور ۱۹۸۲ء (اردو انگریزی) نبی اکرمؐ کی سیاسی زندگی، کراچی ۱۹۴۹ء۔

محمد لقمان اعظمی ندوی — مجتمع المدینۃ المنورۃ فی عہد الرسول ﷺ، قاہرہ ۱۹۸۸ء۔

محمد یسین مظہر صدیقی — تاریخ تہذیب اسلامی، نئی دہلی، جلد اول ۱۹۹۴ء، جلد دوم ۱۹۹۸ء؛ عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت، دہلی ۱۹۸۸ء اور نقوش رسول نمبر ۵، ۱۲، ۸۵۔ ۱۹۸۳ء؛ **Organisation of Government Under the Prophet** دہلی ۱۹۸۷ء، لاہور ۱۹۸۸ء۔

نثار احمد — عہد نبوی میں اسلامی ریاست کا نشو و نما، نقوش، رسول نمبر ۵، لاہور ۱۹۸۳ء۔

ولیم مونٹگمری واٹ — محمد ایٹ مکہ، آکسفورڈ ۱۹۵۳ء؛ محمد ایٹ مدینہ، آکسفورڈ ۱۹۵۶ء۔

ولیم میور — دی لائف آف محمد، ایڈنبرا ۱۹۲۳ء۔

ہالیپوتہ، اے — فلاسفی آف شاہ ولی اللہ، اشرف برادرز، لاہور ۱۹۷۰ء۔

مولف کی دوسری کتابیں

(۱)- خلجی خاندان، اردو ترجمہ، ہسٹری آف دی خلجیز، مولفہ کے ،ایس، لال، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی، ۱۹۸۰ء؛ ۱۹۹۸ء

(۲)- عہد نبوی کی ابتدائی مہمیں، ادارہ فروغ اردو، لاہور ۱۹۸۴ء

(۳)- عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت،، ادارہ فروغ اردو، لاہور (نقوش، رسول نمبر ۵، ۱۲) ۱۹۸۴ء؛ القاضی پبلشرز، نئی دہلی ۱۹۸۸ء

(۴)- نبوی غزوات و سرایا کی اقتصادی اہمیت، ادارہ فروغ اردو، لاہور (نقوش، رسول نمبر ۱۱) ۱۹۸۴ء

(۵)- الھجمات المغرضه علیٰ التاریخ الاسلامی (عربی)، دارالصحوه، قاہرہ ۱۹۸۸ء

(۶)- قضایا کتابة التاریخ الاسلامی و حلولها (عربی) الجامعه السّلفیه، وارانسی ۱۹۸۹ء

(۷)- تاریخ تہذیب اسلامی (جلد اول)، قاضی پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز، نئی دہلی ۱۹۹۴ء

(۸)- تاریخ تہذیب اسلامی (جلد دوم)،.......................... نئی دہلی ۱۹۹۸ء

(۹)- تاریخ تہذیب اسلامی (خلافت عباسی- جلد سوم)،............ نئی دہلی ۲۰۰۰ء

(۱۰)- تاریخ تہذیب اسلامی (مسلم اندلس- جلد چہارم)،............ نئی دہلی (زیر طبع)

(۱۱)- تاریخ تہذیب اسلامی (مسلم صقلیہ و شمالی افریقہ- جلد پنجم)،...... نئی دہلی (زیر طبع)

(۱۲)- عہد نبوی کا نظام حکومت، ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی، علی گڑھ ۱۹۹۴ء؛ الفیصل پبلشرز، لاہور ۱۹۹۵ء

(۱۳)- اللہ اپنے کلام میں، ادارہ فروغ اردو (نقوش قرآن نمبر ۱)، لاہور ۱۹۹۸ء

(۱۴)- اندلس میں علوم قراءت کا ارتقاء، ادارہ علوم اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ ۱۹۹۸ء

(۱۵)- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم -- حمد اولین، ادارہ فروغ اردو (نقوش قرآن نمبر ۲) لاہور ۱۹۹۸ء

(۱۶)۔ تفسیر سورۃ الحمد --- عہد بہ عہد، ادارہ فروغ اردو (نقوش قرآن نمبر ۲) لاہور ۱۹۹۸ء

(۱۷)۔ سورۃ الحمد کی تفسیر ربانی، ادارہ فروغ اردو (نقوش، قرآن نمبر ۱) لاہور ۱۹۹۸ء

(۱۸)۔ غزوات نبوی کی اقتصادی جہات، ادارہ مطالعات اسلامی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ ۱۹۹۹ء

(۱۹)۔ تاریخ اسلامی پر فکری یورش، ادارہ فروغ، لاہور (زیر طبع)

(۲۰)۔ بنوہاشم اور بنوامیہ کے معاشرتی تعلقات، ابوالکلام آزاد اویکننگ سنٹر، نئی دہلی (زیر طبع)

(۲۱)۔ شاہ ولی اللہ کا فلسفہ سیرت، ادارہ علوم اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ ۲۰۰۰ء

(۲۲)۔ توحید الٰہی اور مفسرین کرام، (نقوش قرآن نمبر ۳) لاہور ۲۰۰۰ء

(۲۳)۔ Organisation Of Government Under The Prophet , Idarah-i-Adabiyat-i-Dilli, 1987; Islamic Publications, Shah Alam Market, Lahore, Pakistan 1988

(۲۴)۔ دو سو سے زائد مقالات و مضامین

تالیف

حجۃ اللہ البالغہ اسرارِ شریعت اور رموزِ دین کھولنے والی کتاب ہے۔ "شاہ ولی اللہ کا فلسفہ سیرت" اسی کتابِ حکمت کا ایک مختصر مگر قیمتی باب ہے۔ چند صفحات میں شاہِ علم و فن نے سیرتِ نبوی کے تمام اہم واقعات، رموز اور حکمتوں کو سمودیا ہے۔ یہ کتاب لطیف انھیں کا سراغ لگاتی اور انھیں اجاگر کرتی ہے۔

جزوِ اول میں عربی متن کی اردو میں ترجمانی کی گئی ہے اور اس کے مآخذ و مصادر کی نشاندہی بھی۔ جزوِ دوم فکر و فلسفہ ولی اللہی کی تحلیل، تنقید اور تجزیہ پر مشتمل ہے۔

یہ کتاب ذخیرۂ سیرت میں گراں قدر اضافہ کرتی ہے۔ فکرِ ولی اللہی کی ایک حسین و جمیل دستاویز ہے جو اہلِ فکر و نظر کو مطالعہ سیرت کا ایک نیا زاویہ عطا کرتی ہے اور اہلِ قلم کو سیرت نگاری کا ایک اچھوتا اسلوب۔

مولف

محمد یسین مظہر صدیقی (پیدائش ۱۹۴۴ء) دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو سے عالم (۱۹۵۹ء) اور لکھنو یونیورسٹی سے فاضل ادب کیا (۱۹۶۰ء)۔ عصری علوم و فنون کی تحصیل جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی سے شروع کی اور ہائر سیکنڈری (۱۹۶۲ء) بی اے (۱۹۶۵ء) اور بی ایڈ (۱۹۶۶ء) کیا۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ایم اے (۱۹۶۸ء) ایم فل (۱۹۶۹ء) اور پی ایچ ڈی (۱۹۷۵ء) کی اسناد حاصل کیں۔ قرونِ وسطیٰ کی تاریخِ ہند اور اسلامی تاریخ میدانِ تخصص ہے اور سیرتِ نبوی مطالعہ و نگارش کی اصل جولان گاہ۔ قدیم و جدید علوم و فنون اور ان کی روایات کے امین ہیں۔

شعبہ تاریخ سے تیرہ برس (۸۳-۱۹۷۰ء) بطور استاد وابستہ رہے پھر شعبہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی سے منسلک ہوئے جہاں تاحال تعلیم و تدریس کی خدمت انجام ... متعدد مناصب پر فائز ہیں اور کئی علمی اداروں اور تصنیفی منصوبوں سے وابستہ، معلمی اور تالیف و تصنیف ان کے لئے اصل سرمایہ افتخار اور وجہ انبساط ہے۔

1015